شمارہ ۴

شہادت ۱۳۴۹ ہش

جلد ۱۱

اپریل ۱۹۷۰ء

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

پرچہ سانھ پیسے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَأۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

شہادت ۱۳۴۹ھ ش

اپریل ۱۹۷۰ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

باریک اور مخفی بدیوں کی ہلاکت آفرینی	ایڈیٹر	۳
جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض	حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۹
فَلِجْ فِیْ سَبِیْلِ مَدَارِجِ الْاَمَانِیْ (عربی نظم)	" " "	۱۴
تا توانی جہد کن از بہر دیں با جان و مال (فارسی نظم)	" " "	۱۵
متکبر پر آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ	۱۶
جماعت احمدیہ کا امتیازی نشان	مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ	۲۰
توکل شر اور ایصالِ خیر	مکرم شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ	۲۵
کسرِ صلیب	مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب	۳۲
عہدیداران مجالس انصار اللہ کے لئے ضروری ہدایات۔	مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد قائد عمومی	۴۶

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی - ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۱ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

شہادت ۱۳۴۹ھ ش

مخفی نوعیّت کی باریک بدیاں اور انکی ہلاکت آفرینی

تزکیۂ نفس کے لئے ان بدیوں کی ظلمت سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ انسان کی پیدائش کی اصل اور بنیادی غرض یہ ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کا عبد بنے جیسا کہ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورہ الذّٰریٰت آیت ۵۷) لیکن عبادت اسی کا نام نہیں ہے کہ انسان روزانہ مقررہ اوقات میں نماز ادا کر چھوڑے بلکہ ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید میں بیان فرمودہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر اس عزم و تعہّد کے ساتھ عمل پیرا ہو اور اس رنگ اور اس طور سے دنیا میں زندگی گزارے کہ اس کی نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ وغیرہ ہی نہیں بلکہ اس کا ہر فعل عبادت شمار ہو سکے۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ انسان ہر چیز پر خدا تعالیٰ کو اختیار کرے اور اپنی ہر حرکت و سکون میں اس امر کو مدّ نظر رکھے کہ اس کی ہر حرکت یا سکون اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پر نہیں بلکہ اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول پر منتج ہو۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان اس درجہ خدا کی رضا کو مقدم کرلے کہ وہ پوری بشاشت کے ساتھ اس کی راہ میں تلخیاں برداشت کرنے کے لئے ہر دم اور ہر آن تیار رہے۔ عبادت کے اس وسیع اور ہمہ گیر مفہوم کو واضح کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہر ایک چیز پر خدا کو اختیار کر لینا اور اس کی سچی محبّت اور سچے جوش سے دنیا کی تمام

تلخیوں کو اختیار کرنا بلکہ اپنے ہاتھ سے تلخیاں پیدا کر لینا یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا یہی وہ عبادت ہے جس کے ادا کرنے کے لئے انسان مامور ہے۔" (حقیقۃ الوحی)

عبادت کی یہ کیفیت انسان میں پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ انسان نفس کا تزکیہ نہ کرے یعنی ہر کھوٹ سے مبرا ہو کر صحیح معنوں میں کھرا بن جائے اور جس طرح سونا آگ میں پڑ کر کندن بن کر چمکتا ہے وہ بھی خدا کی راہ میں تلخیاں اُٹھا کر مہبطِ انوارِ الٰہی بن جائے اور اس طرح اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو راہ دکھانے اور انہیں فائز المرام کرنے کا وسیلہ ٹھہرے۔

تزکیۂ نفس حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان ترکِ شر اور ایصالِ خیر میں کمال حاصل نہ کرے۔ جہاں تک ترکِ شر کا تعلق ہے انسان مجاہدہ اور کوشش نیز دُعا سے کام لے کر موٹی موٹی معروف بدیوں مثلاً جُھوٹ، چوری، ڈاکہ، قتل اور زنا وغیرہ سے تو بچ جاتا ہے لیکن بعض باریک اور مخفی بدیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی ظلمت سے نجات حاصل کرنا اس کے لئے آسان نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مخفی اور باریک بدیوں میں انسان غیر شعوری طور پر ملوّث ہو جاتا ہے ربسا اوقات اُسے یہ قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ وہ اِن بدیوں میں ملوّث ہے۔ وہ دل ہی دل میں اس بات پر خوش ہو رہا ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا، چوری ڈاکہ اور قتل وغیرہ افعالِ شنیعہ سے وہ مبرّا ہے اور اسی طرح بدنظری اور زنا وغیرہ سے بھی اُس کا دامن پاک ہے لیکن اُسے خبر نہیں ہوتی کہ بعض باریک اور مخفی بدیاں اُس کی روحانیت کو اندر ہی اندر گھُن کی طرح کھا رہی ہیں۔ یہ بدیاں انسان کو اندر ہی اندر روحانی طور پر ہلاک کرتی رہتی ہیں اور وہ بے خبری کے عالم میں رفتہ رفتہ روحانی موت کی طرف قدم بہ قدم بڑھتا چلا جاتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موٹی موٹی معروف بدیوں نیز باریک اور مخفی بدیوں کے باہمی فرق کو اور ان دونوں قسم کی بدیوں کی ہلاکت آفرینیوں کے باہمی تفاوت کو ایک لطیف مثال کے ذریعہ بہت بصیرت افروز پیرایہ میں واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"انسان موٹی موٹی بدیوں کو تو بآسانی چھوڑ بھی دیتا ہے مگر بعض بدیاں ایسی باریک اور مخفی ہوتی ہیں کہ اوّل تو انسان کو اُن کا علم ہی مشکل سے ہوتا ہے پھر اگر علم ہو بھی جاوے تو اُن کا چھوڑنا اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس کی ایسی

مثال ہے کہ تپ محرقہ اگرچہ سخت تپ ہے مگر اس کا علاج کھلا کھلا ہو سکتا ہے۔ مگر تپ دق جو اندر ہی اندر کھا رہا ہے اس کا علاج بہت مشکل ہے۔"

(تقریریں ص۱)

اس سے ظاہر ہے کہ باریک اور مخفی بدیاں اگرچہ بظاہر معمولی نظر آتی ہیں، اتنی معمولی کہ انسان بسا اوقات اُن کا احساس بھی نہیں کر پاتا لیکن وہ اپنے مخفی اثر اور ہلاکت آفرینی کے لحاظ سے کچھ کم خطرناک نہیں ہوتیں بلکہ اگر دیکھا جائے تو موٹی موٹی معروف بدیوں کی نسبت بدرجہا زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ ان کی اس ہلاکت آفرینی کے پیشِ نظر یہ امر ضروری اور اشد ضروری ہے کہ انتہائی مہلک، باریک اور مخفی بدیوں کے متعلق پورا پورا علم حاصل کیا جائے اور انکی ہلاکت آفرینی سے بچنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جائے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان باریک اور مخفی بدیوں اور ان کی ہلاکت آفرینیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس بارہ میں حضورؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے ہم اُس کا ایک اہم اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ اقتباس اگرچہ کسی قدر طویل ہے تاہم اس کی اہمیت اور سب سے انتہا افادیت کے پیشِ نظر اس پورے اقتباس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح یہ باریک اور مخفی بدیاں ہوتی ہیں جو انسان کو بڑے فضائل سے حاصل کرنے سے محروم کر دیتی ہیں۔ یہ اخلاقی بدیاں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور معاملات میں پیش آتی ہیں اور ذرا ذرا سی بات اور اختلافِ رائے پر دلوں میں بغض، کینہ، حسد، ریاء، تکبّر پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے بھائی کو حقیر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ یا اگر چند روز نماز سنوار کر پڑھی ہے اور لوگوں نے اس کی تعریف شروع کی تو ریاء اور عُجب، خود پسندی اور نمود پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اصلی غرض جو اخلاص تھی جاتی رہتی ہے۔ اور اگر اللہ جلّ شانہٗ نے اس کو دولت یا علم دیا ہے یا کوئی خاندانی وجاہت یا عزت حاصل ہے تو اُس کی وجہ سے اپنے دوسرے بھائی کو (جس کو یہ باتیں میسر نہیں) حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے۔ اور اپنے کسی بھائی سے ضد یا عداوت ہو گئی ہے تو اس کی عیب جوئی پر حریص ہو جاتا ہے، پھر رات دن اُس کی عیب چینی میں گزرتی ہے۔ یا کسی کا قُرب حاصل کرنے کے لئے اپنے بھائی کے عیب اُس کے آگے بیان کرتا ہے تاکہ اُس کو نکال کر وہ منصب

ضرور حاصل کرے، حالانکہ وہ عیب خود اُس میں موجود ہوتے ہیں۔ یہی وہ باریک بدیاں ہیں جن کا ترک کرنا مشکل ہے۔ ایسے ہی تجبّر بھی ہے اور وہ مختلف رنگوں میں ہوتا ہے کسی میں کسی رنگ میں اور کسی میں کسی طرح۔ علماء علم کے رنگ میں اس میں گرفتار ہیں، علمی طور پر دوسرے عالم کی نکتہ چینی کرکے اُس کو نقصان پہنچانا، ذلیل کرنا اور لوگوں کی نظر سے اُس کو گرانا چاہتے ہیں۔ رات دن اُس کے عیبوں کی جستجو میں رہتے ہیں۔ اِس قسم کی باریک بدیوں کا دُور کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ مگر شریعت اِن باتوں کو جائز نہیں رکھتی۔ ان بدیوں میں صرف عوام ہی مبتلا نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ بھی مبتلا پائے جاتے ہیں جو متعارف اور موٹی موٹی بدیاں نہیں کرتے بلکہ عالم فاضل اور خواص سمجھے جاتے ہیں۔ ان سے خلاصی پانا اور مرنا ایک بات ہے۔ جب تک ان بدیوں کی ظلمت سے نجات حاصل نہ کرے تزکیۂ نفس کامل طور پر حاصل نہیں ہوتا اور انسان اُن انعامات اور کمالات کا وارث نہیں بن سکتا جو تزکیۂ نفس کے بعد خدا تعالیٰ کے حضور سے ملا کرتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی جگہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ انہوں نے ان اخلاقی بدیوں سے خلاصی پالی ہے لیکن جب کبھی کوئی موقع آجاتا ہے اور کسی آدمی سے مقابلہ ہو جاتا ہے تو اُس وقت اُس کو بڑا جوش آجاتا ہے، اپنے تعلّی اور کبر کے خیال کو دبا نہیں سکتا، پھر وہ گند اس سے ظاہر ہوتے ہیں جن کا وہم و گمان بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوتا۔ اُس وقت پتہ لگتا ہے کہ ابھی اُس نے خلاصی نہیں پائی اور ابھی کچھ بھی حاصل نہیں کیا اور وہ تزکیۂ نفس، جو صلحاء کو حاصل ہوتا ہے اور جو اہلِ کمال کی علامت ہے، میسّر نہیں آیا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تزکیہ جس کو اخلاقی تزکیہ کہتے ہیں بہت ہی مشکل ہے اور اللہ جلّشانہٗ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس فضل کے جذب کرنے کے لئے بھی وہی تین پہلو ہیں جو ابھی ذکر ہوئے یعنی اوّل مجاہدہ اور تدبیر، دوم دُعا، سوم صحبتِ صادقین۔"

(تقریریں صـ۱۸،۱۷)

حضور علیہ السلام نے اِس ارشاد میں بہت سی باریک اور مخفی بدیوں کا ذکر فرما کر انکی مضرت پر روشنی ڈالی ہے۔ اِن باریک اور مخفی بدیوں پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دو خرابیاں

ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان بہت سی باریک اور مخفی بدیوں میں ملوّث ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ ہیں بدظنی اور تکبّر۔ بدظنی کے نتیجہ میں بغض، کینہ، حسد، ضد، عیب جوئی، نکتہ چینی، چغلی اور غیبت وغیرہ قبیح عادات پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح تکبّر کے نتیجہ میں انسان عُجب، خود پسندی، نمود و نمائش، نیز دولت، علم، صحت، قوت، حسن و جمال اور خاندانی وجاہت پر بے جا فخر میں مبتلاء ہو کر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔ اسی لئے بدظنی اور تکبّر دو ایسی بُرائیاں ہیں جو باریک اور مخفی بدیوں کی افزائش کا موجب ہونے کے باعث روحانیت کے حق میں سمِّ قاتل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں برائیوں سے خاص عزم و تعہّد کے ساتھ بچنے کی نہایت پُرزور الفاظ میں تلقین فرمائی ہے۔ جہاں تک بدظنی اور اُس کی ہلاکت آفرینی سے بچنے کا تعلق ہے حضور علیہ السلام اس کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مَیں سچ کہتا ہوں کہ بدظنی بہت ہی بُری بَلا ہے جو انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے اور صدق اور راستی سے دُور پھینک دیتی ہے اور دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے۔ صدّیقوں کے کمال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے۔ اور اگر کسی کی نسبت کوئی سُوءِ ظن پیدا ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور خدا تعالیٰ سے دُعائیں کرے تاکہ اُس معصیت اور اُس کے بُرے نتیجہ سے بچ جاوے جو اس بدظنی کے پیچھے آنے والا ہے۔ اس کو کبھی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۵۶)

اسی طرح حضور علیہ السلام تکبّر اور اس کی ہلاکت آفرینی کا ذکر کرنے کے بعد اس سے بچنے کی پُرزور تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبّر ہوتا ہے۔ اس لئے تکبّر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیئے۔ بعض وقت یہ تکبّر دولت سے پیدا ہوتا ہے۔ دولت مند متکبّر دوسروں کو کنگالی سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔

بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبّر ہوتا ہے، سمجھتا ہے کہ میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے .... بعض وقت تکبّر علم سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص غلط بولتا ہے تو یہ جھٹ اس کا عیب پکڑتا ہے اور شور مچاتا ہے کہ اس کو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا۔ غرض مختلف قسمیں تکبّر کی ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیتی ہیں۔ ان سب سے بچنا چاہیئے" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۴۰۱ تا ۴۰۳)

الغرض تزکیۂ نفس اور حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے بدظنی اور تکبّر اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی باریک اور مخفی بدیوں سے بچنا ازبس ضروری ہے، اس کے بغیر عبادت کا وہ مفہوم جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے پورا ہو ہی نہیں سکتا۔ ان سے بچنے کا ایک ہی طریق ہے کہ انسان دعا اور بکثرت استغفار سے کام لیکر خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے کیونکہ استغفار، توبہ اور بکثرت دُعاؤں کے بغیر باریک در باریک گناہوں سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل سے ہمیں موٹے موٹے گناہوں کے علاوہ باریک در باریک بدیوں سے بھی محفوظ رکھے تاکہ ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے عبد اور اس کے افضال و انعامات اور عظیم الشان برکات کے مورد بنے رہیں۔ آمین اللّٰھم آمین +

اصل رازق خدا تعالیٰ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اُس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکّل کرنیوالے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکّل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔" (بدر ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ اس جماعت کو بھی صحابہؓ کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے

جو منافقانہ زندگی بسر کرنے والا ہوگا وہ آخر اس جماعت سے کاٹا جائے گا

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت احمدیہ کے افراد پر تزکیۂ نفس کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی تمام جن اور انسان اسی واسطے پیدا کئے گئے تھے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرتے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکموں پر چلتے مگر اب تم خود سوچ لو کہ کتنے لوگ ہیں جو دینداری سے زندگی بسر کر رہے اور دین کو دنیا پر مقدم کر رہے ہیں۔ تم خود کسی بڑے شہر مثلاً کلکتہ، دہلی، پشاور، اور لاہور امرتسر وغیرہ کے چوک میں کھڑے ہو کر دیکھ لو ہزاروں لاکھوں لوگ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر دَوڑتے پھرتے ہیں مگر ان کی یہ سب دَوڑ دھوپ محض دُنیا کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کو بہت تھوڑے ایسے ملیں گے جو دین کے کام میں ایسی سرگرمی سے مشغول ہوں۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دنیا کی خاطر بڑے بڑے مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں مگر دین میں نہایت بودے پائے جاتے ہیں۔ ایک ذرا سے ابتلاء پر جھوٹ جیسی نجاست کو کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کن کن حیلوں سے کام لیتے ہیں کہ گویا خدا ہی نہیں۔

انسان جتنی ٹکریں اپنی بیوی کو خوش کرنے اور اس کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے مارتا ہے اگر خدا کی راہ میں اتنی کوشش کرے تو کیا وہ خوش نہ ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا مگر کوئی کوشش کر کے بھی دیکھے۔ اگر ایک کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تو محض ایک بچہ کی خاطر وہ کیسی کیسی سختیاں جھیلتا ہے اور کس طرح کے وسائل اور تدابیر سے اس کے حاصل

کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہاں کا کہاں خوار ہوتا پھرتا ہے گویا خدا اس کے نزدیک ہے ہی نہیں۔

غرض یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان جب اپنی زندگی کی اصل غرض سے غافل ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس قسم کے دھندوں اور بکھیڑوں میں سرگرداں اور مارا مارا پھرتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ جتنی جلدی اس سے ہو سکے خدا سے اپنا تعلق قائم کرے۔ جب تک اس کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا تب تک کچھ بھی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر انسان آہستہ آہستہ خدا کی طرف جاتا ہے تو خدا جلدی سے اس کی طرف آتا ہے۔ لیکن اگر بندہ خدا سے لاپرواہ بن جائے اور غفلت اور سستی سے کام لے پھر اس کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہوتا ہے ۔۔۔۔۔

ہماری جماعت بہت خوش قسمت نصیب ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُس نے اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمائی۔ لیکن یہ ابھی ابتدائی حالت ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ابھی بہت سی کمزوریاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اِس لئے سمجھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا جس کا مطلب یہ ہے کہ نجات پا گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور خائب اور خاسر ہو گیا وہ شخص جو اس سے محروم رہا۔ اِس لئے اب تم لوگوں کو سمجھنا چاہیئے کہ تزکیۂ نفس کس کو کہا جاتا ہے۔ سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہیئے۔ اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اس کو دکھانا چاہیئے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہیئے اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہیئے اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہیئے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ تو ابھی دُور ہے کہ تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ بس اُسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ۔ ابھی تو تم لوگ مخلوق کے حقوق کو بھی کماحقہٗ ادا نہیں کرتے۔ بہت سے ایسے ہیں جو آپس میں فساد اور دشمنی رکھتے ہیں اور اپنے سے کمزور اور غریب شخصوں کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور ایک دوسرے کی غیبتیں کرتے اور اپنے دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ۔

جب تک تم ایک وجود کی طرح بھائی بھائی نہ بن جاؤ گے اور آپس میں بمنزلہ اعضاء نہ ہو جاؤ گے اُس وقت تک فلاح نہ پاؤ گے۔ انسان کا جب بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں تو خدا سے بھی نہیں۔ بے شک خدا تعالیٰ کا حق بڑا ہے مگر اس بات کو پہچاننے کا آئینہ کہ خدا کا حق ادا کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ مخلوق کا حق بھی ادا کر رہا ہے یا نہیں۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں رکھ سکتا وہ خدا سے بھی صاف نہیں رکھتا۔ یہ بات سہل نہیں یہ مشکل بات ہے۔ سچی محبت اَور چیز ہے اور منافقانہ اَور۔ دیکھو مومن کے مومن پر بڑے حقوق ہیں۔ جب وہ بیمار پڑے تو عیادت کو جائے اور جب مرے تو اس کے جنازہ پر جائے۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر جھگڑا نہ کرے بلکہ درگزر سے کام لے۔ خدا کا یہ منشاء نہیں کہ تم ایسے رہو۔ اگر سچی اخوت نہیں تو جماعت تباہ ہو جائے گی اور خدا اس کی جگہ کوئی اَور جماعت پیدا کرے گا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت بنائی تھی اُن میں سے ہر ایک زکی نفس تھا اور ہر ایک نے اپنی جان کو دین پر قربان کر دیا ہوا تھا۔ اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو منافقانہ زندگی رکھتا ہو۔ سب کے سب حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والے تھے۔ سو یاد رکھو اس جماعت کو بھی خدا تعالیٰ اُنہیں کے نمونہ پر چلانا چاہتا ہے اور صحابہؓ کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے۔ جو شخص منافقانہ زندگی بسر کرنے والا ہو گا وہ آخر اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔

یاد رکھو یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ خبیث اور طیّب کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ابھی وقت ہے کہ اپنی اپنی اصلاح کر لو۔ یاد رکھو کہ انسان کا دل خدا کے گھر کی مثال ہے۔ خانۂ خدا اور خانۂ انسان ایک جگہ نہیں رہ سکتے جب تک انسان اپنے دل کو پورے طور پر صاف نہ کرے اور اپنے بھائی کے لئے دکھ اُٹھانے کو تیار نہ ہو جائے تب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف نہیں ہو سکتا۔ اس گھر (دل) کو بتوں سے صاف کرو تا یہ خدا کا گھر کہلائے۔ فرمایا طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ یعنی میرے گھر کو فرشتوں کے لئے پاک کرو۔ انسان کا دل خدا کا گھر ہے۔ یہ خدا کا گھر اُس وقت کہلائے گا اور اُس وقت فرشتوں کا طوافگاہ بنے گا جب یہ اوہام باطلہ وعقائدِ فاسدہ سے بالکل پاک وصاف ہو جب تک انسان کا دل صاف نہ ہو اس کی عملی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ دیکھو یہ وقت ہے جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ بوجہ مخالفت دنیا سے بھی رہے اور دین سے بھی خالی چلے جاؤ۔

یہ باتیں مَیں اِس واسطے بیان کرتا ہوں کہ آپ لوگ جو یہاں قادیان میں آئے ہو ایسا نہ ہو کہ پھر خالی کے خالی واپس چلے جاؤ۔ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ معلوم نہیں کہ آئندہ سال تک کون مرے اور کون زندہ رہے گا۔ اس لئے سچے دل سے توبہ کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ سو انسان کو چاہیئے کہ اگر توبہ کرے تو خالص توبہ کرے۔ توبہ اصل میں رجوع کو کہتے ہیں۔ حرف الفاظ ایک قسم کی عادت ہو جاتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ حرف زبان سے توبہ توبہ کرتے پھرو بلکہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو جیسا کہ حق ہے رجوع کرنے کا۔ کیونکہ جب متناقض جہات میں سے ایک کو چھوڑ کر انسان دوسری طرف آجاتا ہے تو پھر پہلی جگہ دُور ہوتی جاتی ہے اور جس کی طرف جاتا ہے وہ نزدیک ہوتی جاتی ہے۔ یہی مطلب توبہ کا ہے کہ جب انسان خدا کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور دن بدن اسی کی طرف چلتا ہے تو آخر یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ شیطان سے دُور ہو جاتا ہے اور خدا کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو جس کے نزدیک ہوتا ہے اُسی کی بات سُنتا ہے اس لئے ایسے انسان پر جو عملی طور پر شیطان سے دُور اور خدا سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیوض اور برکات کا نزول ہوتا ہے اور سفلی آلائشوں کا گند اس سے دھویا جاتا ہے۔ جیسے آگے فرمایا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ کیونکہ توبہ میں ایک خاصیت ہے کہ گزشتہ گناہ اس سے بخشے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک اور جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو توّاب ہوتے ہیں اور ایک مُتَطَهِّر ہوتے ہیں۔ توّاب اُن کو کہا جاتا ہے جو بکلی خدا کی طرف رجوع کر لیتے ہیں اور مُتَطَهِّر وہ ہوتے ہیں کہ وہ مجاہدات اور ریاضات کرتے رہتے ہیں اور ان کے دل میں ایک کیٹ سی لگی رہتی ہے کہ کسی طرح سے ان آلائشوں سے پاک ہو جاویں اور نفس امارہ کے جذبات پر ہر طرح سے غالب آکر زکی النفس بن جاویں۔ . . . .

سوچنا چاہیئے کہ انسان کے بدن پر جذام کا داغ نکل آتا ہے تو پھر کیسے کیسے خیالات اس کے دل میں اُٹھتے ہیں اور کیسے کیسے دُور دراز کے نتیجوں پر وہ پہنچتا ہے اور اپنی آنے والی حالت کا خیال کر کے وہ کیسا غمگین ہوتا ہے، کبھی خیال کرتا ہے کہ شاید اب لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگ جائیں گے اور میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش

آئیں گے اور کبھی سوچتا ہے کہ خدا جانے اب مَیں کیسی ابتر حالت میں ہو جاؤں گا اور کن کن دُکھوں میں مبتلا ہوں گا لیکن افسوس کہ اِس بات کا خیال تک بھی نہیں کیا جاتا کہ آخر مرنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اُس وقت کیا حالت ہوگی۔ یہ جذام تو ایسا ہے کہ مرنے کے بعد ہی اس سے خلاصی ہو جاتی ہے مگر وہ کوڑھ جو رُوح کو لگ جاتا ہے وہ تو ابد تک رہتا ہے۔ کیا کبھی اس کا بھی فکر کیا ہے؟

یاد رکھو جو خدا تعالیٰ کی طرف صدق اور اخلاص سے قدم اُٹھاتے ہیں وہ کبھی ضائع نہیں کئے جاتے۔ ان کو دونوں جہان کی نعمتیں دی جاتی ہیں جیسے فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ۔ اور یہ اِس واسطے فرمایا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میری طرف آنے والے دُنیا کو کھو بیٹھتے ہیں بلکہ اُن کے لئے دو بہشت ہیں، ایک بہشت تو اِسی دُنیا میں اور ایک جو آگے ہوگا۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحات ۷۰ تا ۷۸)

"ایسے شخص سے خدا تعالیٰ بیزار ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو کہ یہ جماعت اِس بات کے واسطے نہیں کہ دولت اور دُنیا داری ترقی کرے اور زندگی آرام سے گزرے۔ ایسے شخص سے تو خدا تعالےٰ بیزار ہے۔ چاہیئے کہ صحابہؓ کی زندگی کو دیکھو۔ وہ زندگی سے پیار نہ کرتے تھے، ہر وقت مرنے کے لئے تیار تھے۔ بیعت کے معنے ہیں اپنی جان کو بیچ دینا۔ جب انسان زندگی کو وقف کر چکا تو پھر دُنیا کے ذکر کو درمیان میں کیوں لاتا ہے؟ ایسا آدمی تو صرف رسمی بیعت کرتا ہے وہ تو کل بھی گیا اور آج بھی گیا۔" (ملفوظات جلد ہشتم صہ ۱۸۵)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَلِجْ فِیْ سَمِّهَا وَدَعِ الْأَمَانِیْ

(تو سُوئی کے ناکہ میں داخل ہو جا اور تمام نفسانی جذبات کو چھوڑ دے)

وَلَا تَعْجَبْ لِقَوْلِیْ وَادِّعَائِیْ ۔۔۔ وَقَدْ عُلِّمْتُ مِنْ اَخْفَی الْمَعَانِیْ

اور میرے قول اور میرے دعوے سے تعجب مت کر اور مجھے بہت پوشیدہ معنے بتلائے گئے ہیں۔

وَلِلرَّحْمَانِ فِیْ کَلِمٍ رُمُوْزٌ ۔۔۔ وَکَمْ قَوْلٍ اَسَرَّ کَمِثْلِ کَانِیْ

اور خدا تعالیٰ اپنے کلمات میں کئی بھید رکھتا ہے اور کئی قول اس کے ایسے ہیں جیسے کوئی اشارہ کنایہ سے باتیں کرتا ہے

فَاِنْ تَبْغِی الدَّقَائِقَ مِثْلَ اِبْرٍ ۔۔۔ فَلِجْ فِیْ سَمِّهَا وَدَعِ الْاَمَانِیْ

پس اگر تو ایسے باریک حقائق چاہتا ہے جیسے سُوئیاں سو تو سُوئی کے ناکہ میں داخل ہو جا اور تمام نفسانی جذبات چھوڑ دے

وَاِنْ تَسْتَطْلِعَنْ اَنْبَاءَ مَوْتٰی ۔۔۔ فَمُتْ کَالْمُحْرَقِیْنَ وَکُنْ کَفَانِیْ

اگر تو چاہتا ہے کہ مُردوں کی خبریں تجھے معلوم ہوں سو تو اُن مُردوں کی طرح مر جا جو جلائے گئے اور فانی کی طرح ہو جا۔

وَبَذْلُ الْجُهْدِ قَانُوْنٌ قَدِیْمٌ ۔۔۔ مِنَ لِلطَّالِبِیْنَ تَضَاءُ مَانِیْ

اور کوشش کرنا قانون قدیم ہے جو مقدر حقیقی نے ڈھونڈنے والوں کے لئے بنایا ہے۔

وَاِنِّیْ مُسْلِمٌ وَالسِّلْمُ دِیْنِیْ ۔۔۔ فَلَا تُکْفِرْ وَخَفْ رَبَّ الزَّمَانِ

اور مَیں مسلمان ہوں اور اسلام میرا دین ہے سو تُو کافر مت ٹھہرا اور خدا تعالےٰ سے خوف کر۔

وَاٰخِرُ کَلِمِنَا حَمْدٌ وَّشُکْرٌ ۔۔۔ لِرَبٍّ مُحْسِنٍ ذِی الْاِمْتِنَانِ

اور ہمارا آخر کلام حمد اور شُکر ہے اس محسن رب کے لئے جس کے احسان مجھ پر ہیں۔

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تا توانی جہد کُن از بہرِ دیں با جان و مال

(جہاں تک تجھ سے ہو سکتا ہے اپنے جان و مال کیساتھ دین کیلئے کوشش کر!)

نفسِ خود در بستۂ دنیا مدار اے ہوشمند　　ورنہ تلخی ہا بہ بینی وقتِ انفاسِ پسیں

اے عقلمند اپنے نفس کو دُنیا کا قیدی مت بنا ورنہ مرنے کے وقت بہت سختیاں برداشت کرے گا

دل مدہ اِلّا بدلدارے کہ حُسنش دائم است　　تا سرورِ دائمی یابی زِ خیر المحسنیں

اس محبوب کے سوا جس کا حُسن لازوال ہے اَور کسی کو دل نہ دے تاکہ تُو دائمی خوشی خدائے محسن کی طرف سے حاصل کرلے

آں خردمندیکہ اُو دیوانۂ راہش بود　　ہوشیارے آنکہ مست رُوئے آں یارِ حسیں

وہ آدمی عقلمند ہے جو اس کی راہ کا دیوانہ ہے اور وہ شخص ہوشیار ہے جو اُس حسین محبوب کے چہرے کا گرویدہ ہے۔

ہست جامِ عشقِ اُو آبِ حیاتِ لازوال　　ہرکہ نوشید ست او ہرگز نمیرد بعد ازیں

اُس کے عشق کا جام لازوال آبِ حیات ہے جس نے اسے پی لیا وہ پھر ہرگز نہیں مرے گا۔

اے برادر دل منہ در دولتِ دنیائے دُوں　　زہرِ خونریز است در ہر قطرۂ ایں انگبیں

اے بھائی اِس ذلیل دُنیا کی دولت سے دل نہ لگا اس شہد کے ہر قطرہ میں زہرِ ہلاہل بھرا ہوا ہے۔

تا توانی جہد کُن از بہرِ دیں با جان و مال　　تا زِ ربّ العرش یابی خلعتِ صد آفریں

جہاں تک تجھ سے ہو سکتا ہے اپنے بدن اور مال کے ساتھ دین کے لئے کوشش کر تاکہ خداوندِ عرش کی طرف سے خوشنودی کا خلعت حاصل کرے

از عمل ثابت کُن آں نورے کہ در ایمانِ تُست　　دل چو دادی یوسفے را راہِ کنعاں را گزیں

اس نور کو جو تیرے ایمان میں ہے اپنے عمل سے ثابت کر جب تُو نے یوسف کو دل دیا تو کنعان کا راستہ بھی اختیار کر۔

متکبّر پر آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے

فروتنی اور بے نفسی کی عاجزانہ راہیں اختیار کرنے کی اہمیّت

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

"ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک ہم کبر و غرور، خود پسندی و خود نمائی، تحقیر و استہزاء، نخوت و خود سری کو کلیّۃً چھوڑ کر نیستی کا چولہ پہنے فروتنی اور بے نفسی کی عاجزانہ راہوں سے اپنے رب کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں اُس وقت تک قُرب و وصالِ الٰہی کی وہ نعمتیں ہم حاصل نہیں کر سکتے جو ایک سچّے مسلمان اور حقیقی احمدی کے لئے مقدّر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تکبّر سے بچنے پر بہت زور دیا ہے اور بار بار تاکید فرمائی ہے کہ ہمیں تکبّر کی باریک در باریک قسموں سے بھی بچتے رہنا چاہیئے تاکہ ہم جادۂ عبودیت سے بھٹک نہ جائیں اور توحیدِ حقیقی سے دُور نہ جا پڑیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور کبریائی کی سچّی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور جس کے نتیجہ میں انسان کے نفس پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنے حیّ و قیّوم خدا کے فیضان اور احسان سے ایک نئی زندگی پاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم ہر قسم کے تکبّر سے بچنے والے ہوں۔ ....

تکبّر کا اظہار بھی کئی طریق سے ہوتا ہے۔ کبھی تکبّر آنکھ کی کھڑکی سے سر نکالتا ہے، کبھی سر کی جنبش میں اس کا پھریرا لہراتا ہے، کبھی ہاتھ پاؤں اور زبان اس کے آلہ کار بنتے ہیں، ان سب سے بچنا ہمارے لئے ضروری ہے تاکہ تکبّر کا جن ہمارے نفسوں سے ایسا نکلے کہ پھر دوبارہ داخل ہونے کی سب راہیں اس کے لئے مسدود ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس بارہ میں فرماتے ہیں:-

"تکبّر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جبکہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے تو اس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اس کا اظہار سر

سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ تکبر کے بہت چشمے ہیں اور مومن کو چاہیئے کہ اِن تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بُو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔

صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاقِ رذیلہ کے بہت سے جن ہیں اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں، مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اُس میں رہتا ہے اور خدا کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔ بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔ اس لئے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیئے۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۴۰۱، ۴۰۲)

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی متکبر انسان قرآنی فیوض اور برکات کا وارث نہیں بن سکتا۔ صرف اور صرف فروتنی کی چابی سے قرآنی علوم کا دروازہ کھولا جا سکتا ہے۔ صرف اور صرف عجز کی ردا اور چادر پر انوارِ قرآنی کا رنگ چڑھ سکتا ہے۔ اور صرف اور صرف منکسرانہ مزاج ہی قرآن کریم کے مزاج سے مطابقت کھاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"جب تک انسان پوری فروتنی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے احکام کو نہ اُٹھائے اور اس کے جلال اور جبروت سے لرزاں ہو کر نیازمندی کے ساتھ رجوع نہ کرے قرآنی علوم کا دروازہ نہیں کھُل سکتا اور رُوح کے ان خواص اور قویٰ کی پرورش کا سامان اس کو قرآن شریف سے نہیں مل سکتا، جس کو پاکر رُوح میں ایک لذت اور تسلی پیدا ہوتی ہے۔"

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۲ کالم ۱)

چونکہ آسمانِ روحانی کی سب رفعتیں قرآن کریم کے فیوض سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں اور تکبر کے نتیجہ میں قرآن کریم کے فیوض سے انسان محروم ہو جاتا ہے اس لئے متکبر پر آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (آیت ۴۱)

کہ وہ لوگ جو ہمارے نشانات کا انکار کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہمارے احکام سے منہ موڑتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری تعلیم کی طرف پیٹھ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہمارے اوامرو نواہی کی پابندی سے گریز کرتے ہیں اور شریعت کا جُوا بشاشت کے ساتھ اپنی گردنوں پر رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس لئے کہ اِسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا ان کے دلوں میں تکبر پایا جاتا ہے اُنہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ کہ آسمان روحانی کے دروازے ان پر ہرگز نہیں کھولے جائیں گے بلکہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے جائینگے اور وہ زمین کے کیڑے بن کر رہ جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی لعنت کا مورد بنیں گے اور شیطان میں ہو کر شیطان بن جائیں گے اور آسمان کی بلندیوں کی بجائے جو انسان کے لئے ہی پیدا کی گئی تھیں اندھیروں کی اتھاہ گہرائیاں اُن کے حصہ میں آئیں گی۔

تکبر کے مقابل پر عربی زبان میں تواضع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ تکبر کی وجہ سے ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے اور ہمارے احکام سے اعراض کرتے ہیں اور ہماری تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہوتے روحانی رفعتوں کے دروازے اُن پر نہیں کھولے جاتے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کن پر کھولے جائیں گے؟ اس کے جواب کے لئے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ملتا ہے۔ حضور نے فرمایا :-

اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَۃِ۔

(کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۵۲)

کہ جب اللہ کا ایک بندہ اپنے مقامِ عبودیت کو پہچانتے ہوئے اور اپنی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اور اپنے لاشئے محض ہونے کا اقرار کرتے ہوئے تکبر کا نہیں بلکہ اس کی ضد (تواضع) کا مظاہرہ کرتا ہے اور انکسار اور عجز کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے اور اس کی زبان اور اُس کا دل بلکہ اُس کے جسم کا ذرّہ ذرّہ پکار رہا ہوتا ہے سہ

ہیچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

کہ مَیں تو خاک ہوں بلکہ خاک پا میں بھی شاید کچھ خوبیاں ہوں لیکن مجھے اپنا نفس اور اپنا وجود اس خاک سے بھی کمتر نظر آ رہا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل فرماتا ہے اور فضل فرماتے ہوئے اس کو ساتویں آسمان تک اٹھا کر لے جاتا ہے اور عزّت کے نہایت بلند

مقام پر اُسے فائز کر دیتا ہے۔
آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات مختلف انبیاء کو اُن کے درجات کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا۔ کسی کو پہلے، کسی کو دوسرے اور کسی کو تیسرے آسمان پر۔ مذہبی دلائل و حقائق کی رُو سے رُوحانی آسمان بھی سات ہیں اور سب سے بلند تر ساتواں آسمان ہے۔ پس السَّمَآءِ السَّابِعَۃِ کے معنی یہ ہوئے کہ جس قدر بلندی اور رفعت تک پہنچنا کسی انسان کے لئے مقدر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اتنی ہی روحانی رفعتیں تواضع اور فروتنی کے طفیل اسے عطا کر دیتا ہے۔

پس جو شخص تواضع سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو نہایت ہی حقیر اور عاجز سمجھے گا اور سب قدرتوں اور سب فیوض کا سرچشمہ اور منبع صرف اپنے خدا کو یقین کرے گا اور ایمان رکھے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد اس کو سہارا نہ دے تو وہ خاک پا گیا اس سے بھی کمتر ہے تو یقیناً وہ خدا کے فضلوں کا وارث ہوگا۔

اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے اُن وعدوں کا وارث بننا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں دیئے گئے ہیں، تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے مقامِ عبودیت کو ہمیشہ پہچانتے رہیں اور عجز و فروتنی کے ساتھ اپنے کو لاشئے محض جانتے ہوئے اپنے خیالات اور خواہشات کو مٹا کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خدمت کرتے چلے جائیں اور اپنے کو اتنا حقیر جانیں کہ کسی اور چیز کو ہم اتنا حقیر نہ سمجھتے ہوں —— اگر ہم اپنے اس مقام کو پہچاننے لگیں تو پھر ہمارا خدا جو بڑا "دیالو" ہے ہمیں اپنے فضل سے بہت کچھ دے گا، انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی۔ (الفضل ۱۸ مئی ۱۹۶۶ء)

سچّا مومن وہ ہے جو....

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"سچّا مومن وہ ہے جو دُنیا کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ خدا تعالےٰ ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا" (ملفوظات جلد ہشتم ص۱۸۵)

جماعتِ احمدیّہ کا امتیازی نشان

باہمی محبّت اخوّت اور اطاعتِ نظام

(مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربّی سلسلہ حیدرآباد)

جب ہم تاریخِ عالم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں باہمی محبّت و اخوّت کا عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔ حالانکہ حضورؐ کی بعثت سے قبل عرب کی سرزمین ایک سنگلاخ زمین تھی جہاں ظلم، بے راہ روی، اور حیوانی جذبات کا دَور دَورہ تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور پاک عملی نمونہ سے اُن کے اندر ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ گویا ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین پیدا ہو گئی۔ دشمنیاں دُور ہوئیں، مساوات، اخوّت اور باہمی محبّت کے جذبات یوں اُبھرے جیسے ایک کھیت اعلیٰ درجہ کی سرسبز کھیتی سے لہلہانے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (آل عمران آیت ۱۰۴)

یعنی تم سب کے سب اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ مت ہو اور اللہ کی نعمت کو جو اُس نے تم پر کی ہے یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی۔ جس کے نتیجہ میں تم اُس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے مگر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔"

نیز فرمایا:-

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ

اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ط (انفال آیت ۶۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے دلوں کو آپس میں باندھ دیا یہاں تک کہ وہ تیرے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اگر تُو زمین کے تمام خزانے اُن پر خرچ کر دیتا تو بھی ان کے دلوں کو اِس طرح باندھ نہیں سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور تیرے ساتھ بھی محبت قائم کر دی۔ غرض اسلام کے دَورِ اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ انقلاب عظیم برپا ہوا۔

موجودہ دَور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آپؐ کے رُوحانی فرزند اور آپؐ کے خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دوبارہ مساوات، محبت اور باہمی اخوت کے دَور کا آغاز ہوا۔ یہ دَور بظاہر تو تعلیم و تمدن کی روشنی کا دَور نظر آتا ہے مگر درحقیقت دیکھا جائے تو یہ ایک نہایت خطرناک مادی دَور ہے۔ جس میں ہر قسم کی غلط عصبیتیں، محدود قومیت پر مبنی ظالمانہ نظریات اور وطنیت کے پردہ میں بنی نوع انسان کے متعلق شدید نفرت و حقارت کے خیالات ایک خطرناک نظارہ پیش کر رہے ہیں۔ ایک مُلک دوسرے ملک سے نفرت رکھتا اور ایک قوم دوسری قوم کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ رنگ، نسل اور وطنیت کی بناء پر انسانی حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے اور یہ دُنیا ایک دوزخ معلوم ہو رہی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے وقت کے تقاضا کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صلح کا شاہزادہ بنا کر مبعوث فرمایا تا دنیا میں حقیقی اخوت، صلح اور امن و خیرسگالی کی فضاء قائم ہو۔ چنانچہ آپؑ کے ہاتھ پر جو جماعت قائم ہوئی اس کے افراد مختلف اقوام کا مجموعہ ہیں اور تقریباً دنیا کے ہر طبقہ کا آدمی اِس میں شامل ہے۔ بنگالی، سندھی، پٹھان، پنجابی، افریقہ کی حبشی اقوام اور یورپ و امریکہ کے سفید فام باشندے اِس جماعت میں موجود ہیں۔ مگر یہ واضح حقیقت ہے کہ ان کے دل باہمی محبت، الفت اور اخوت کے جذبات سے معمور ہیں۔ اس جماعت میں امیر بھی پائے جاتے ہیں اور غریب اور مسکین بھی۔ مگر ایک امیر آدمی اپنے غریب بھائی کے ساتھ وہی محبت رکھتا ہے جیسی صحابہؓ کو حضرت بلال ؓ سے تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوسی صحابہؓ کے دلوں میں جو قدر و منزلت اور اخوت و محبت فارسی النسل حضرت سلمان فارسیؓ کی تھی اور جو اُلفت کے جذبات حضرت صہیب رومیؓ کے لئے تھے جو

روم کے باشندہ تھے اور غلام بھی تھے۔ وہی الفت، محبت اور اخوت باہمی جماعتِ احمدیہ کے افراد میں پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کی جماعت کی یہ علامت بیان فرمائی ہے:-

تری المؤمنین فی ترحّمھم و توادّھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی لہٗ سائر الجسد بالسھر والحمّی۔ (بخاری کتاب الادب)

یعنی مومنوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے، محبت کرنے اور باہمی غیر سگالی کے جذبات میں تم انسانی جسم کی طرح پاؤ گے کہ جب جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو سارے جسم کی نیند اُڑ جاتی ہے اور اس کو بخار ہو جاتا ہے۔

پس اگر روئے زمین پر آج کہیں ایسی جماعت نظر آتی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے بارے میں اس امر کی شہادت غیر بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر والٹر ایم۔اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچن ایسوسی ایشن اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں لکھتے ہیں:-

"قادیان میں جا کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کو محبت اور ایمان کی وہ رُوح جسے وہ عام مسلمانوں میں بے سُود تلاش کرتا ہے احمدؑ کی جماعت میں بافراط ملے گی۔"

غرض آج عالمگیر اخوت کی حامل صرف جماعت احمدیہ ہے۔

میرے مضمون کا دوسرا حصہ اطاعتِ نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ خصوصی نشان بھی جماعتِ احمدیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کی بنیاد رکھی تو آپ نے شرائطِ بیعت میں دسویں شرط یہ مقرر فرمائی کہ:-

"یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔"

چنانچہ حضورؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے انتہائی اطاعت کی رُوح پھونک دی اور انہوں نے اطاعت کا وہ نمونہ دکھایا کہ سوائے صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کے اَور کہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ نے

ہر چیز قربان کرکے اطاعت کا بے نظیر نمونہ قائم کیا۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ نے بکرے کی طرح اپنی گردن کٹوا دی اور اپنے وجود پر ہزاروں پتھر کھا کر جان دی اور حق بیعت و اطاعت کس شان سے ادا کیا؟ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اور حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اطاعت و وفا شعاری اور قربانی کے نہایت شاندار نمونے قائم کئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد جماعت میں خلافت کا نظام قائم ہوا اور جماعت پھر ایک ہاتھ پر جمع ہو گئی اور اس کا شیرازہ خلافت کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے کی وجہ سے پھر مجتمع ہو گیا اور جماعت میں اطاعت اور فرمانبرداری کی رُوح نہایت شاندار رنگ میں قائم ہوئی اور وہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی آگے سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جماعت نے اطاعت اور وفا شعاری کے نہایت اعلیٰ مظاہرے کئے اور حضورؓ کی ہر تحریک پر بشاشت کے ساتھ لبیک کہا اور سمعًا و طاعۃً کا شاندار اور بہترین نمونہ دکھایا۔ چنانچہ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:-

۱۔ مسجد فضل لندن کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک فرمائی تو پہلی تحریک صرف تیس ہزار روپے کے لئے تھی۔ جماعت نے حضورؓ کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے اطاعت کا جو نمونہ دکھایا اس کا ذکر اخبار "تنظیم" امرتسر نے اپنے شمارہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۰ء میں ان الفاظ میں کیا:-

"تعمیر مسجد کی تحریک ۶ جنوری ۱۹۲۰ء میں امیر جماعت احمدیہ نے کی۔ اس سے زیادہ مستعدی، اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع و اطاعت کا اسوۂ حسنہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ۱۰ جون تک ساڑھے اٹھتر ہزار روپیہ نقد اس کارِ خیر میں جمع ہو گیا تھا۔ کیا یہ واقعہ نظم و ضبط اور ایثار و فدائیت کی حیرت انگیز مثال نہیں؟"

۲۔ تحریک جدید کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۱۹۳۴ء میں بظاہر نامساعد حالات میں ڈالی تھی۔ حضورؓ نے انیس مطالبات جماعت کے سامنے رکھے۔ احبابِ جماعت

نے جس اخلاص، فدائیت اور نظم و ضبط اور بے نظیر اطاعت کے رنگ میں حضورؓ کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے جو عظیم الشان نتائج ظاہر ہوئے وہ کس شان سے اکنافِ عالم میں نظر آرہے ہیں۔ تحریک جدید کے مطالبات پر جماعت نے جس شاندار رنگ میں لبیک کہا اس سے متاثر ہو کر اخبار "رنگین" امرتسر کے ایڈیٹر نے لکھا:۔

"یوں تو ہر ایک ریفارمر اور عقلمند اپنے پیرؤوں کو اس قسم کا حکم دے سکتا ہے لیکن کونسا ریفارمر ہے جو دعویٰ سے کہہ سکے کہ اس کے سو فیصدی مرید اس کے حکم کی پوری پوری تعمیل کرنے کے لئے حاضر ہوں گے۔ صرف خلیفۂ قادیان کی یہ خصوصیت ہے۔ ..... ہندوستان میں آج صرف ایک خلیفۂ قادیان ہی ہے جو سر بلند کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کے لاکھوں مرید ایسے موجود ہیں جو اس کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں"۔

۳۔ پھر وقفِ جدید کی تحریک حضورؓ نے ۱۹۵۸ء میں جاری فرمائی۔ جو مالی قربانی اور نوجوانوں کے زندگیاں وقف کرنے پر مشتمل ہے۔ یہ تحریک بھی خدا کے فضل سے پوری کامیابی سے جاری ہے اور جماعت حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں قربانیاں پیش کر رہی ہے۔

۴۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اب سے تین سال قبل فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کا اعلان فرمایا اور جماعت سے ۲۵ لاکھ روپیہ جمع کرنے کا مطالبہ فرمایا مگر جماعت نے مدّتِ معیّنہ کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۳۰ لاکھ روپیہ نقد اپنے امام کے سامنے پیش کر دیا۔

پس جماعت احمدیہ وہ مبارک جماعت ہے جو اپنے امام کی ہر آواز پر لبیک کہتی ہے اور اپنے امام کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرتی ہوئی آگے سے آگے ترقی کی منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے۔

جماعتی نظام میں خلیفہ کا وجود دل کی حیثیت رکھتا ہے اور افرادِ جماعت بمنزلہ اعضاء کے ہیں۔ یہ خصوصیت آپ کو حاصل ہے۔ آپ ایک نظام میں منسلک ہیں۔ خلافت زندہ ہے، مرکز قائم ہے اور ہمارے اوپر ہمارا آسمانی آقا اپنی رحمتوں کے ساتھ سایہ افگن ہے۔ اس سے زیادہ مبارک وقت کس کو میسر آسکتا ہے۔

اک زماں کے بعد پھر آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا ؏ پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ دن اور یہ بہار

پس خدا کے ان فضلوں کے شکر کے طور پر قدم کو تیز کیجئے اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں قربان کر کے اس کے دین کا جھنڈا ساری دنیا میں گاڑ دیجئے ✦

اخلاق کی دو اقسام ـــــ ترکِ شر اور ایصالِ خیر

اِن ہر دو اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنا ہماری اہم ذمہ داری ہے

(مکرم شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ)

(۱)

انسان گو اشرف المخلوقات ہے تاہم اخلاقی و روحانی اعتبار سے اس کی کیفیت یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ اس کی جذب و کشش رکھنے والی دو نالیاں ہیں جو دو الگ الگ حوضوں میں گرتی ہیں۔ ایک طرفِ اسفل میں اور دوسری طرفِ اعلیٰ میں۔ طرفِ اسفل والے حوض کی مثال اخلاقِ سیئہ کے اُس گندے پانی سے دی جاسکتی ہے جس میں ہر طرف شہوت، غضب، تکبر، ظلم حسد، بخل، غیبت، ضد، خود بینی، تہوّر، کینہ، لالچ، مکاری، جعلسازی، دروغ بافی اور بدعہدی وغیرہ کی بدبو پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں طرفِ اعلیٰ کے خوشنما حوض میں ہر طرف حیاء، ادب، حلم، عدل، احسان، عفت، صبر، توکل، وفا، غنا، رشک، شیریں گفتاری، رضا، وغیرہ سے بھرپور پاکیزہ اور معطر پانی ہے۔ خود مختار انسان اگر چاہے تو گندے حوض سے خوراک حاصل کرے یا پسند کرے تو طرفِ اعلیٰ کے مطہر اور مصفّٰی پانی سے اپنی تشنگی دُور کرلے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اخلاقِ سیئہ کو اُس کی شقاوت کا موجب بنایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اُس کے اخلاقِ حسنہ کو اس کی سعادت کا سبب ٹھہرایا ہے اور اُس نے پسند فرمایا ہے کہ اُس کے بندے اخلاقِ حسنہ اور آدابِ عالیہ کے خوگر بن کر خدا تعالیٰ کی اس زمین پر اُس کے نائب بنیں۔ لیکن چونکہ باوجود عقل و بصیرت رکھنے کے انسان آسمانی نور کا محتاج تھا اس لئے خدائے بزرگ و برتر نے کمال مہربانی اور رحم فرماتے ہوئے برگزیدہ انبیاء اور رسولوں کو اپنا پیغامبر بنا کر مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو شقاوت اور سعادت کی راہوں سے بروقت خبردار بھی کریں نیز اپنے پاکیزہ کردار اور حسنِ گفتار کے ذریعہ انسانی

اعمال کی تمام شاخوں میں اُسوۂ حسنہ قائم کر کے اُن کو اُن کے اندرونی اور بیرونی اعضاء اور جوارح کے فطری وظائف سے آگاہ کر کے بتلائیں کہ تم نے اِن تمام قویٰ اور اُن کی قوتوں کو کس طرح استعمال کرنا ہے۔ اِس مقصد کے حصول کے لئے لازم تھا کہ تمام اعضاء سے متعلق اُن کی آفات سے بھی آگاہ کیا جاتا۔ چنانچہ زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کی قوتوں اور اُن کی آفات سے ہر زمانہ کے نبی نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ آگاہ کیا۔

اِس زمانہ کے مامور و مرسل حضرت مہدی دَوراں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قدیم سُنّتِ ابرار کے مطابق اچھے اور بُرے اخلاق کے متعلق فرمایا:-

"جاننا چاہیئے کہ اخلاق دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترکِ شر پر قادر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصالِ خیر پر قادر ہوتا ہے۔ اور ترکِ شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچا سکے یا نقصان رسانی اور کسرِ شان کا ارادہ نہ کرے۔ اور ایصالِ خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنے مال یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچا سکے یا اس کے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے یا اگر کسی نے اُس پر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اُس سے درگزر کر سکے اور اِس طرح اُس کو دُکھ اور عذابِ بدنی اور تاوانِ مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچا سکے یا اُس کو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت میں اُس کے لئے سراسر رحمت ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

(۲)

ذیل میں خاکسار خُلق کے اعتبار سے قوتِ غضب اور اعضاء کے اعتبار سے زبان کی آفات پر کچھ عرض کرتا ہے۔

سو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اِس میں کلام نہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جتنے اعضاء عطا فرمائے ہیں سب کے سب ہی بڑے قیمتی ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ بعض اعضاء اپنی کارکردگی اور وسعت

کے لحاظ سے دوسروں سے افضل ہیں۔ مثلاً آنکھ گو بہت بڑی نعمتِ خداوندی ہے لیکن بنیادی طور پر مختلف رنگوں اور شکلوں وغیرہ کو ظاہر کرنے کے سوا اس کی حکومت نہیں ہے۔ یہی حال کانوں کا ہے کہ وہ ہم تک مختلف آوازیں پہنچاتے ہیں۔ غرضیکہ سوائے دل اور دماغ کے باقی شریف اعضاء کی ولایت ایک ایک حصہ و پہلو تک ہی محدود ہے۔ لیکن اگر ہمیں زبان کی فرمانروائی کا طول و عرض ناپنا ہو تو شاید ہم اس کی ٹھیک ٹھیک پیمائش نہ کر سکیں کیونکہ زبان کی حکومت کا دامن بڑا وسیع اور بہت پھیلا ہوا ہے۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسانی دل و دماغ کی وسیع تر مملکت میں زبان کا دوسرے اعضاء کی نسبت بہت زیادہ عمل و دخل ہے۔ اگر ایک طرف انسانی دل و دماغ میں جو خیالات و تصوّرات پیدا ہوتے ہیں انہیں زبان ہی عبارت کا جامہ پہناتی ہے تو دوسری طرف خود اس کی طلاقت یا قوّتِ بیانیہ کا اثر دل و دماغ پر بھی پڑتا ہے۔ جیسا کہ ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب انسانی نفس میں جوش اور غصّہ پیدا ہوتا ہے تو اگر اس کے اخلاق کی ہنوز تعدیل نہیں ہوئی ہے تو اس کی زبان بے قید ہو کر سخت سُست کلمات کہتی اور ایک تیز کاٹنے والی قینچی کی طرح چلنے لگتی ہے۔ اس کے برعکس مثلاً اگر زبان سے تضرّع اور زاری کے کلمات ادا کئے جائیں تو مناسب وقت آنے پر ایک شعلہ سا اُٹھ کر دل و دماغ پر پڑ کر ان میں سوز و رقّت کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جس کے بعد بعض دوسرے اعضاء بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً چہرہ پر بھی رقّت کی کیفیت ہویدا ہوتی ہے۔ اسی طرح آنکھ بھی پانی بہا کر اپنا فطری وظیفہ ادا کرتی ہے۔ اسی طرح اگر زبان سے خوشی و انبساط کے الفاظ بار بار ادا کئے جائیں تو اس کے مقابلہ میں دل و دماغ میں بھی فرحت بخش اور نشاط انگیز کیفیات ظہور پذیر ہوتی ہیں اور انسان کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل کر اس کی اندرونی خوشحالی کی زندہ تصویر بن جاتا ہے۔ یہی حال اچھے اور بُرے کلمات کے استعمال کا ہے۔ بدگفتاری، گالی گلوچ، جھوٹ، لغوگوئی، استہزاء، غیبت، وعدہ خلافی، فحش کلامی وغیرہ سے دل تاریک ہوتا ہے اور دماغ بھی پراگندہ ہو جاتا ہے۔ تب فرشتے جو نور سے ہیں اور تاریکی کو بالطبع پسند نہیں کرتے، ایسے انسان سے دور ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ پر شیطان جو تاریکی کا فرزند ہے ایسے شخص کے قریب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر یہی چلن قائم رہے تو پھر ایسے شخص پر آہستہ آہستہ شیطان اپنا پورا تسلط جما لیتا ہے۔ تب ایسے شخص کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس کے سامنے حق خواہ کیسے ہی اچھے انداز میں کیوں نہ پیش کیا جائے وہ بلا جانچنے تولنے اور پرکھنے کے اُسے رد کر دیتا

فرمایا کَظَمْتُ غَیْظِی۔ میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ آپ نے فرمایا عفوتُ۔ اس پر غلام نے کہا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔ اللہ اللہ! کیسا غلام تھا اور کیسا آقا۔

اسی طرح یہ تعلیم بھی ہے کہ:۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ (المزمّل)

یعنی اُن کی تلخ کلامی اور دشنام طرازی پر صبر کیجئے گا اور مومنانہ وضعداری کے ساتھ ایسوں سے الگ تھلگ رہیئے گا۔

نیز فرماتا ہے:۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى۔

یعنی جس نے اپنے نفس کو اپنی ہوائے نفسانیہ سے روکا بلاشبہ اُس کا ٹھکانا جنّت ہے۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے نبی صرف فلاسفروں کی طرح آداب فاضلہ اور اخلاقِ عالیہ کی رُوکھی سُوکھی تعلیم دینے کے لئے نہیں آیا کرتے بلکہ وہ تو وحشیوں کو با اخلاق انسان بنانے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر با خدا اور پھر خدا نما انسان بنانے کے لئے آتے ہیں۔ پس لازم تھا کہ وہ خود بھی اخلاقِ فاضلہ کے بلند ترین مینار پر کھڑے ہوں۔ چنانچہ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ یہ اولوالعزم قوم خُلقِ عظیم کی مالک بن کر ہی آتی ہے۔ اور یہ پاک لوگ آسمان سے اپنے ہمراہ جذب و کشش کی ایک مقناطیسی طاقت لاتے ہیں۔ پھر روح القدس سے بھرپور زندگی کے عملی مظاہرے سے اپنے نیک اطوار مریدانِ باصفا کو اپنے ہی رنگ میں رنگین کرتے ہیں۔ اُن کی پاک صحبت کے اثر کے تحت ہی ہزاروں لاکھوں انسانوں میں ایسا انقلاب برپا ہوا کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ ترکِ شر اور ایصالِ خیر کی راہوں کے پُورے پُورے واقفِ راز بن کر سلوک کی منازل طے کرتے اور اپنے سفلی چولے اُس مردِ خدا کی پاک صحبت کی رُوحانی گرمی سے اُتار پھینکتے ہیں۔ شربتِ وصل کی سیری اُن کے دلوں سے دُنیا و مافیہا کی محبت سرد کر دیتی ہے۔ یہی وہ رُوحانی شمعیں ہیں جو اُس آسمانی نور سے جو نبی کے رُوپ میں اُن میں ظاہر ہوتا ہے حصہ لے کر خود بھی روشن ہوتی ہیں اور ایک جہان ان ہی سے اپنے بُجھے ہوئے چراغ روشن کرتا ہے۔ دُنیا کی تاریکی کو روشنی میں بدل دینے والے رہنما اسلامی شاعر کی طرح یہ نہیں کہتے کہ ؎

چوں می گویم مسلمانم بلرزم ٭ کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را (اقبالؔ)

یہ تو بیانگِ دُہل، مگر عاجزانہ راہیوں کے راہی بن کر اپنے قول و عمل سے اپنے سچّے مسلمان ہونے کا صاف و صریح اعلان کرتے ہیں۔ قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، گھر گھر پہنچ کر یہی باہمّت لوگ اپنے اخلاق کی نورانی کرنوں سے اَور لوگوں کو بھی منوّر کرنا چاہتے ہیں۔ اسی تنگ و دَو میں تاریکی کے دلدادہ ان بے ضرر بندگانِ خدا کو اپنا دشمن سمجھ کر انہیں گالیاں دیتے ہیں، دُکھ پر دُکھ پہنچاتے ہیں لیکن صحبتِ پاک کے یہ تربیت یافتہ جوانمرد گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے بلکہ دعا دیتے ہیں، آرام پہنچاتے ہیں اور کبر و غرور کی عادت دیکھ کر انکسار دکھاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں تعلیم ہی یہ دی گئی ہے کہ ؎

گالیاں سُن کر دُعا دو پاکے دُکھ آرام دو ؞ کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اِس اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اور رُوحانی قوّت کا مظاہرہ نبیٔ وقت اور خلیفۂ راشد ایسے اولیاء الرحمٰن کے صحبت یافتہ ہی کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

اِسی مضمون کو مولیٰنا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باندھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

صحبت مرداں اگر یک ساعت است ؞ بہتر از صد چلّہ و صد طاعت است
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خُدا ؞ او نشیند در حضورِ اولیاء
چوں شوی دُور از حضورِ اولیاء ؞ در حقیقت گشتہ دُور از خدا

بھائیو! ایک مردِ خدا، خلیفۂ راشد کی پاک صحبت ہمیں بھی میسر ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۳)

اگر آپ سلسلۂ رشد و ہدایت پر جہاں تک آپ کی نظر وفا کرتی ہو نگاہ ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں نے یہی تعلیم دی ہے کہ اے مومنو! صبر و رضا کی عادت ڈالو، نرمی اختیار کرو۔ دین اور ایمان کے معاملہ میں نہ تو خود تشدّد اختیار کرو اور نہ ہی دشمن کے تشدّد کا جواب تشدّد سے دو! چنانچہ چشمِ فلک نے یہ نظارہ تو ہمیشہ دیکھا ہے کہ انبیاء اور اُن کی جماعتوں کو اُن کے مخالفین نے مظالم کا تختۂ مشق بنایا، اُن کے جان و مال اور آبرو پر حملہ کیا گیا، فحش کلامی اور گندہ دہنی سے اُن کے سینہ و دل چھیدے گئے لیکن بندگانِ خدا نے باوجود اعلیٰ درجہ کے شجاع اور بہادر ہونے کے ہمیشہ درگزر اور عفو سے ہی کام لیا اور زمین و آسمان نے کبھی بھی یہ نہیں دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام اور اُن کے پیروان باصفا نے کبھی منکرین پر محض دین و ایمان کے معاملہ

میں تشدد کیا ہو یا اُن کی گالیوں کے جواب میں فحش کلامی کو اپنا شعار بنایا ہو! ہاں ہمیشہ ہی جماعتِ مومنین نے اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے اپنے نفسانی جوشوں کو دبایا۔ غصہ کے وقت محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے غصہ پی لیا اور اس تلخی کو جو موت کی تلخی کے ہم پلّہ ہے بڑی پامردی بُردباری اور تحمّل کے ساتھ گوارا کیا اور بالآخر اسی اخلاقی قوّت کے بل بوتے پر متکبر دشمن کو یا تو منہ کے بل زمین پر گرانے میں کامیاب ہوگئے یا پھر ان کے دل جیت کر انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ انبیاء علیہم السلام کی یہی وہ قدیمی سُنّت ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت مہدیٔ دوراں مسیحِ زماں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تعلیم دی اور فرمایا۔ لوگ تمہیں دُکھ دیں گے اور ہر طرح سے تکلیف پہنچائیں گے مگر ہماری جماعت کے لوگ جوش نہ دکھائیں۔ جوشِ نفس سے دل دُکھانے والے الفاظ استعمال نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہوتے۔ ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ ایک نمونہ بنانا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس پاک تعلیم پر چلنے کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین +

گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"نماز گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے۔ نماز کی یہ صفت ہے کہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے۔ سو تم ایسی نماز کی تلاش کرو۔ اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ سے آتے ہیں۔ سو اس کو سنوار کر ادا کرو۔ تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۶)

کسرِ صلیب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی دربارہ خروجِ دجال

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ مستند ترین احادیث سے ظاہر ہے خروجِ دجال کے متعلق خبریں دی ہیں خروجِ دجال سے مراد غلبۂ نصرانیت ہی تھا۔ اور اسی سلسلہ میں چند سطور ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔ کسرِ صلیب کے عنوان کے تحت اس سلسلہ میں مختلف ذیلی عناوین کے ساتھ انشاء اللہ العزیز بعض اور مضامین بھی آئیں گے وما توفیقی الّا باللہ العظیم۔

حدیث نبوی میں دجال کے خروج کی پیشگوئی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَرَانِی اللَّیْلَۃَ عِنْدَ الْکَعْبَۃِ فِی الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ کَاَحْسَنِ مَا یُرٰی مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُہٗ بَیْنَ مَنْکِبَیْہِ رَجِلُ الشَّعْرِ یَقْطُرُ رَأْسُہٗ مَاءً وَاضِعًا یَدَیْہِ عَلٰی مَنْکِبَیْ رَجُلَیْنِ وَ ھُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا فَقَالُوْا ھٰذَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ رَأَیْتُ رَجُلًا وَرَاءَہٗ جَعْدًا قَطِطًا اَعْوَرَ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَشْبَہِ مَنْ رَأَیْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا یَدَیْہِ عَلٰی مَنْکِبَیْ رَجُلٍ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوا الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ۔

(بخاری بحوالہ تجرید بخاری حصہ دوم ص۱۱۹)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں اپنے آپ کو کعبہ کے نزدیک دیکھا۔ تو کیا دیکھتا

ہوں کہ وہاں ایک گندمی رنگ والا شخص ہے، ایسا جیسا کہ گندمی رنگ رکھنے والوں میں سے خوبصورت ترین شخص دیکھا جا سکتا ہے۔ اُس کے کان کی لَو سے نیچے لٹکے ہوئے بال دونوں کندھوں کے درمیان پڑتے تھے۔ اس کے بال سیدھے تھے اور سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے اور وہ اپنے ہاتھ دو شخصوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے اس شخص کے پیچھے ایک اور شخص دیکھا جس کے بال گھنگھریالے، کٹے ہوئے اور چھوٹے تھے اور وہ داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ تمام لوگوں میں سے جنہیں میں نے دیکھا ہے وہ سب سے بڑھ کر ابن قطن سے مشابہ تھا۔ وہ بھی ایک شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

انبیاء کے رؤیا و کشوف عام طور پر استعارہ، مجاز اور کنایہ کے حامل ہوتے ہیں۔ مندرجہ بالا رؤیا میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح ابن مریم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ آنے والا مسیح خانہ کعبہ کی روحانی حفاظت کرنے پر مامور ہوگا۔ اسکے پیچھے جو المسیح الدجال دیکھا تو اس سے مسیحی اقوام مراد تھیں جو آخری زمانے میں دجل کا روپ دھاریں گی۔ ان کی بائیں آنکھ یعنی دنیوی علوم کی بصیرت بہت ہی بڑھی ہوئی ہوگی لیکن دائیں آنکھ یعنی دینی علوم و عرفانِ الٰہی کے لحاظ سے وہ اندھے ہوں گے۔ اس قوم کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ چوروں کی طرح سے اسلام کے گرد گھومیں گے تا اس میں نقب لگائیں اور اس کے متاع کو لوٹیں لیکن آخر مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے قتل ہوں گے

اس امر کا ثبوت کہ حدیث مندرجہ بالا میں کانے دجال سے مراد مسیحی اقوام ہی ہیں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سورۃ الکہف کی پہلی اور آخری آیات کو پڑھے گا (یعنی ان پر تدبر بھی کرے گا) وہ دجال کے فتنہ سے بچایا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا:۔

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰیَاتٍ مِنْ اَوَّلِ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۴۴۹)

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ الْاَوَاخِرِ مِنْ سورۃ الْکَھْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۴۶)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ الکہف کی ابتدائی اور آخری آیات میں مسیحی اقوام کا ہی ذکر ہے۔ چنانچہ ابتدائی آیات میں ہے :۔

وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ○

کہ قرآن کریم اس لئے اُتارا گیا ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراوے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بنایا ہے۔ یعنی عالم عیسائیت۔

انہی مسیحی اقوام نے بالآخر دہریت کے رنگ میں رنگین ہوجانا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جب ان کے سائنسی علوم وفنون اور عقلی بصیرت و روشنی کے معیار پر عیسائیت کے توہماتی فرسودہ اور احمقانہ خیالات پورے نہ اُترے تو اس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ یہ اقوام بالکل ہی دہریت مادیت کی طرف جھک گئیں۔ دُنیا اور صرف دُنیا کی لذّات کا حصول اور دنیوی امور میں ترقی اور باہم کشمکش ان کی زندگی کا ماحصل بن گئی۔ ان کی اس حالت کی طرف سورۃ الکہف کی آخری آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ :۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○

یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی تمام کشمکش اور کوششیں دنیا کی زندگی میں ہی ختم ہو گئیں لیکن وہ گمان کریں گے کہ وہ دنیا میں بہترین صنعتیں پیدا کر رہے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کا خانہ ان کے ہاں صفر ہوگا اس لئے قیامت کے دن ان کے اعمال کا کچھ بھی وزن نہ ہوگا (فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا)

پس دیکھ لیجئے سورۃ الکہف کی ابتدائی اور آخری آیات میں انہی مغربی مسیحی اقوام کی دو حالتوں کا ذکر ہے۔ پہلی ابتدائی حالت جب وہ ایک دجل دُنیا میں پھیلائیں گے یعنی ایک عاجز انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیں گے اور ان کے تمام کام اور تعلقات دجالیت سے پُر ہوں گے اور بالآخر دنیوی علوم کے حصول میں اور مادّی ترقیات میں ان کی ساری کوششیں ختم اور غائب ہو جائیں گی۔ لیکن یہ اقوام خیال کریں گی کہ وہ بہترین تہذیب و تمدّن کی صانع اور خالق ہیں۔

اب غور فرمائیں کہ کس طرح سورۃ الکہف کی یہ آیات موجودہ مغربی اقوام پر من وعن منطبق ہو رہی ہیں۔!

کلامِ نبوت عام طور پر استعارہ اور مجاز کی زبان میں ہوتا ہے۔ اگر الٰہی پیشگوئیاں ظاہر و باہر حقائق سے پُر ہوں تو ایمان ایمان نہ رہے۔ ایمان اُسی وقت تک ایمان کہلاتا ہے جبکہ حقائق ایک گونہ پردۂ اخفاء میں رہیں اور انسان جب اپنی چشمِ بصیرت سے اس پس پردہ حقیقت کو پہچان لے تبھی وہ اجر اور انعام کا مستحق ہوتا ہے۔ پس لاریب دجّال موعود سے مراد یہی مغربی اقوام تھیں جن کے پادریوں اور منادوں کے لشکروں نے اسلامی دنیا پر دھاوا بولا تھا اور ایک نہایت ہی افسوسناک دجل کا دنیا میں وعظ کرنا تھا یعنی ایک عاجز انسان کو جو ایک کمزور عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور تمام انسانوں کی طرح بشری ادنیٰ حالتوں میں سے گزرا الوہیت کی کرسی پر بٹھانا تھا۔

اس دجّال کے قتل ہونے کی پیشگوئی دوسری احادیث میں موجود ہے کہ وہ مسیح ابن مریمؑ کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ حدیث مندرجہ بالا میں بھی مسیح ابن مریمؑ کو پہرہ داروں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ وہ اسلام کو (جس کا مرکز خانہ کعبہ ہے) دجّالی چور کی نقب زنی سے محفوظ کرنے کے لیے اس کا پہرہ دے گا۔

کسرِ صلیب و نزولِ مسیح موعود کی پیشگوئی ایک اور حدیثِ نبویؐ میں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعَ الْجِزْیَةَ وَیُفِیْضَ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔ (بخاری۔ بحوالہ جواہر البخاری ص۳۶۴)

ترجمہ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ضرور بالضرور ابن مریم تمہارے درمیان اُتریں گے اِس حالت میں کہ منصفانہ طور پر تمام اختلافات کا فیصلہ کریں گے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور اِس قدر (پانی کی طرح) مال بہائے گا کہ کوئی اس کو قبول

نہ کرے گا۔ اور یہ حالت یہاں تک پہنچے گی کہ ایک سجدہ (اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے) دنیا و مافیہا سے بہتر اور گراں قدر ہوگا۔

اب دیکھ لیجئے کہ بعض احادیث میں جو عام طور پر معروف اور مشہور ہیں مسیح ابن مریمؑ کو قاتلِ دجال قرار دیا گیا ہے اور حدیث مندرجہ بالا میں اسے کاسر الصلیب قرار دیا گیا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دجال سے مراد اہلِ صلیب اور ان کا فتنہ ہی ہے نہ کچھ اور۔ اب پیشتر اس کے کہ کسرِ صلیب کا بالتفصیل جائزہ لیا جائے کہ اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے اور کس طرح سے یہ پیش گوئی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے پوری ہوئی۔ ایک وہم کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔

عام طور پر مسلمان یہ سمجھتے رہے ہیں کہ جس مسیح ابن مریم کا احادیث میں ذکر ہے کہ وہ دجال کو قتل کرے گا اور صلیب کو پاش پاش کر دے گا وہ وہی اسرائیلی مسیح علیہ السلام ہیں جو آج سے قریباً دو ہزار برس پہلے اس دنیا میں بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ حالانکہ مسیح ناصری علیہ السلام کو قرآن کریم میں صرف رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کہا گیا ہے نہ کہ رَسُوْلًا اِلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ اب اگر وہ مسیح علیہ السلام ہی دنیا میں پھر آئیں تو قرآن کریم کی یہ آیت کم از کم اس زمانے کے لئے کالعدم قرار پائے گی۔ العیاذ باللہ۔

پھر قرآن کریم کی تیس آیاتِ قطعیۃ الدلالت سے دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام تمام انبیاء کی سُنّت کے مطابق فوت ہو چکے ہیں اور ہرگز ہرگز اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان کی خلاء میں زندہ موجود نہیں ہیں۔ پس آنے والے مسیح ابن مریم ہرگز وہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مُردوں کو زندگی نا الٰہی سنّت کے خلاف ہے۔

پھر بخاری شریف میں صریح طور پر یہ حدیث بھی مذکور ہے کہ :-

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

یعنی اے مسلمانو! تمہاری اُس وقت کیا ضعیف حالت ہوگی جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے اور وہ تمہارے امام تمہیں میں سے ہوں گے۔

اسی حدیث کو مسلم شریف میں بھی لایا گیا ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ کی بجائے وہاں یہ الفاظ ہیں: وَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ۔ کہ وہ تمہیں میں سے ہو کر تمہاری امامت کرائے گا۔ مسلم کی حدیث میں صریح طور پر اَمَّكُمْ کی ضمیرِ فاعل کا مرجع مسیح ابن مریم ہی ہیں نہ کہ

کوئی اور مہدی۔

پس ان تمام احادیث کو یکجائی طور پر دیکھنے سے صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک فرد کو مسیح ابن مریم کے بروز و مثیل کے طور پر دنیا میں نازل کرے گا۔ نزول کے لفظ سے بھی دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ عربی زبان میں ہر مہتم بالشان انعام یا امر کے لئے نزول کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ کہ ہم نے لوہا نازل کیا۔ اب یہ امر تو ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ لوہا کانوں سے نکلتا ہے آسمان سے نہیں گرتا

بخاری شریف کی حدیث جس کا ذکر کیا جا چکا ہے آنے والے قاتلِ دجال مسیح ابن مریم کا رنگ گندمی بیان ہوا ہے اور ایک اور حدیث میں اس کو سَبِطُ الشَّعْرِ یعنی سیدھے بالوں والا قرار دیا گیا ہے لیکن اسی بخاری شریف میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا رنگ سرخ اور ان کے بال گھنگھریالے بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰی فَاٰدَمُ جَسِیْمٌ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ اور بال گھنگھریالے تھے اور موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ والے جسیم تھے، گویا کہ زُط قبیلے کے کوئی فرد ہوں۔

پس حقیقت یہی ہے کہ آنے والا مسیح ابن مریم ہرگز ہرگز اسرائیلی مسیح نہیں ہو سکتے بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی اور غلام مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند ہے جو آپ کے متاع اور علوم کا فرزندوں کی طرح وارث ہے۔ اور اس جگہ کسی غیر کے لئے قدم رکھنے کی ہرگز جگہ نہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

چوں کافراز ستم بپرستد مسیح را ❊ غیوریٔ خدا بشورش کرد ہمسرم

یعنی چونکہ عیسائی کافروں نے ایک عاجز مخلوق یعنی مسیح کی پرستش کی، خداتعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور مجھے اس نے اس کا ہمسر بنا کر کھڑا کر دیا۔

پھر فرماتے ہیں ؎

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم ❊ زاں ساں کہ آمد است در اخبار سرورم

کہ مَیں ہی آنے والا موعود مسیح ابن مریم ہوں اور احادیث کے بیان کردہ حُلیہ کے ساتھ آیا ہوں جیسا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں آیا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں ؎

رنگم چوں گندم است و بمو فرق بیّن است ÷ زاں ساں کہ آمدست در اخبار سرورم
سید جُدا کُنَد ز مسیحائے احمرم

یعنی میرا رنگ گندمی ہے اور میرے اور مسیح ناصری علیہ السلام کے بالوں میں بھی نمایاں فرق ہے اور میرے آقا نے مجھے سُرخ رنگ والے مسیح سے جدا کر دیا ہے۔

بالآخر بڑے زور سے اعلان کرتے ہیں کہ ؎

اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم ÷ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

یعنی یہ مَیں ہی ہوں کہ الٰہی خوشخبریوں کے مطابق دنیا میں آیا ہوں۔ عیسیٰؑ کہاں ہیں کہ وہ میرے منبر پر پاؤں رکھیں؟

پس آنے والا آچکا۔ انتظار کرنے والوں کی زندگی ختم ہوگی پھر اُن کی اولادوں کی زندگی ختم ہوگی۔ مگر وہ مریم کے بیٹے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو آسمان سے اُترتا ہوا ہرگز نہیں دیکھیں گے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما چکے ہیں کہ ؎

سرکو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں ÷ عمرِ دنیا سے بھی اب تو آگیا ہفتم ہزار

موعود مسیح نے عیسائیت کے غلبہ کے وقت اس کا زور توڑنے کے لئے آنا تھا۔ سو دیکھ لو کہ وہ زور ٹوٹ گیا اور دنیا اب اَور ہی رنگ میں تغیر پذیر ہو چکی ہے۔ اب کب تک ظاہری آسمان سے نازل ہونے والے مسیح کی انتظار جاری رہے گی؟ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

منم مسیح بیانگِ بلند مے گویم ÷ منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

یعنی مَیں مسیح ہوں اور بلند آواز سے اِس امر کا اعلان کرتا ہوں۔ مَیں ایک بادشاہ کا جو آسمان پر ہے دنیا میں خلیفہ اور قائم مقام ہوں۔

اب ایک اَور شبہ کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ اگر اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے آدم کے طور پر آنے والا موعود مسیح ناصری علیہ السلام نہیں تھے تو پھر آنے والے موعود کو خاص طور پر مسیح ابن مریم کا کیوں خطاب دیا گیا ہے؟ اس کی کئی وجوہات ہیں:۔

(۱) محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کا قائم مقام و مثیل ہے۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ شارع و مؤسّسِ اُمّت مثیلِ موسیٰ کہا گیا ہے جیسے کہ فرمایا:۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ (سورۃ المزمّل)

اور سلسلۂ خلفاءِ محمدیہ کو سلسلۂ خلفاءِ موسویہ کا مثیل بتایا گیا ہے۔ جیسے فرمایا کہ:۔

لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

(سورہ نور)

کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسی طرح زمین میں خلافت عطا کرے گا اور انکے درمیان اپنے خلفاء قائم کریگا جس طرح کہ اُن سے پہلے سلسلہ اور اُمّت میں اُس نے خلفاء قائم کئے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام سلسلہ موسویہ میں مسیح موعود اور خاتم الخلفاء تھے اس لئے ضروری تھا کہ اسلام کو بھی ایک مسیح دیا جاتا جو سلسلۂ محمدیہ میں خاتم الخلفاء ہوتا۔ جس طرح پہلا مسیح یہودیوں کی انتہائی بدعملی اور فساد کے زمانے میں مبعوث ہوا تھا اسی طرح اسلام کے مسیح موعود نے مسلمانوں کی انتہائی بدعملی اور ہر لحاظ سے کس مپرسی کی حالت میں نازل ہونا تھا۔ پس مسیح الاسلام مسیحِ ناصری علیہ السلام کا ہر لحاظ سے مثیل ہے۔ پہلا مسیح موسیٰ علیہ السلام یعنی اپنے شارع نبی کے تیرہ سو سال کے بعد نازل ہوا جبکہ یہودی رومن تسلط کے تابعِ فرمان تھے اسی طرح مسیح الاسلام کے لئے بھی مقدّر تھا کہ وہ اپنے شارع نبی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ سو سال کے بعد ظاہر ہو جبکہ مسلمان غیر اقوام کے تابعِ فرمان اور زیرِ اثر ہو گئے ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بھی ایک مسیح دیا جو اپنی خوبُو، فضائل و فطرت میں مسیح ناصری علیہ السلام سے مشابہ تھا۔ مسیح ناصری علیہ السلام کی یہی روحانیت بدرجہ اتم اس میں جوش مار رہی تھی۔ پس آنے والے کو بوجہ مماثلت تامہ مسیح ابن مریم کا نام دیا گیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوتا ہے کہ:۔

"اَنْتَ اَشَدُّ النَّاسِ مُنَاسَبَةً بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ وَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ خُلُقًا وَ خَلْقًا وَ زَمَانًا۔" (تذکرہ طبع ثانی صفحہ ۱۸۳)

یعنی تُو اپنی ظاہری شکل وصورت میں (سوائے ماثور اختلافاتِ حلیہ کے۔ ناقل) اپنی باطنی فطرت و طبیعت میں اور بلحاظ اپنے زمانۂ بعثت کے۔ تمام لوگوں سے

بڑھ کر عیسیٰ ابن مریم سے مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔"

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ظاہری شکل و صورت میں مشابہت کا کیا ثبوت ہے؟ مسیح ناصری علیہ السلام کا کوئی فوٹو تو دنیا میں موجود نہیں ہے کہ تم اپنے دعویٰ کا ثبوت دے سکو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو فوٹو موجود نہیں مگر مصوری کے ہنر کی تصاویر موجود ہیں اور دنیا میں شائع ہو چکی ہیں اور مختلف عمروں کی تصاویر موجود ہیں۔ ہمارے سلسلہ کے رسالہ جات میں بھی شائع ہو چکی ہیں اگرچہ مصوری والی تصویر ضروری نہیں کہ ہو بہو وہی ہو، تاہم ان تصاویر میں حضرت مسیح علیہ السلام کا چہرہ کتابی دکھایا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چہرہ سے ملتا جلتا ہے۔ اور اگر کفنِ مسیح پر جو یورپ میں ریسرچ ہو رہی ہے اس سے حضرت مسیح کی شبیہہ کا عکس حاصل ہو گیا تو انشاء اللہ دنیا ایک اور نشان دیکھ لے گی۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(۱) "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقعہ ہوئی ہے۔ گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظرِ کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادمِ دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۹۹ بحوالہ تذکرہ طبع ثانی صفحہ ۷)

(۲) "وَمِنْ جُمْلَتِهَا اِلْهَامٌ اٰخَرُ خَاطَبَنِیْ رَبِّیْ فِیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ خَلَقْتُکَ مِنْ جَوْهَرِ عِیْسٰی وَاِنَّکَ وَعِیْسٰی مِنْ جَوْهَرٍ وَّاحِدٍ۔"

(ترجمہ) اور منجملہ ان کے ایک اور الہام بھی درج ہے جس میں مجھے اللہ مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو عیسیٰ کے جوہر سے پیدا کیا ہے اور تو اور عیسیٰ ایک ہی جوہر سے اور ایک ہی شئی کی مانند ہو۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۲ بحوالہ تذکرہ طبع ثانی صفحہ ۸)

(۲) آنے والے مسیح محمدی کو اس لئے بھی مسیح ابن مریم کا بروز و مثیل بتایا گیا کہ آخری زمانے میں نصاریٰ یعنی قوم مسیح ناصریؑ کے لئے ہی مقدر تھا کہ وہ دنیا میں ایک عظیم الشان طوفانِ ضلالت برپا کریں۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کا فرض تھا کہ وہ اس کا تدارک کریں۔ چنانچہ اس وقت جب مسیح ناصری علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی قوم کی ضلالت، سرکشی اور مشرکانہ عقائد کی خبر دی گئی تو مسیح علیہ السلام کی رُوحانیت نے اور توحیدِ خداوندی کے لئے غیرت نے جوش مارا اور اس نے دُنیا میں اپنا بُروز اور مثیل چاہا تا وہ نصاریٰ کے شرک کا مقابلہ کرے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبریوں کے مطابق آپ کے ایک اُمتی اور غلام کو مسیح کی روحانیت سے بدرجہ اتم بھر دیا اور اس کو کسرِ صلیب یعنی نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کے استیصال کے لئے کھڑا کر دیا۔ پس اس نے مسیح ابن مریم کا نام پایا۔ جیسے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ ؎

چوں مرا حکم از پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریم نامِ من بنہادہ اند

(۳) مسیح محمدی کو مسیح ابن مریم کا نام دینے میں غیرتِ خداوندی کا بھی دخل ہے جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ؎

چوں کافرازہستم بپرستند مسیح را ✣ غیوریٔ خدا بسرش کرد ہمسرم

کہ چونکہ اس زمانے کے عیسائی کافروں نے زور شور سے پرستشِ مسیح کا فتنہ برپا کیا اسلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش دکھایا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزندِ جلیل یعنی آپؐ کے ایک اُمتی اور غلام کو پہلے مسیح کا نام دے کر اور پہلے مسیح سے برتر مقام و مرتبہ دے کر دُنیا میں بھیجا تا عملی طور پر دنیا میں یہ ظاہر ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک روحانی فرزندِ جلیل مسیح ناصری علیہ السلام کا مقام بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قربِ الٰہی کا مقام و مرتبہ پا سکتا ہے ؎

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو ✣ اس سے بہتر غلامِ احمد ہے

تا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند و بالا مقام دنیا کے سامنے آئے کہ مسیح ناصریؑ کے مقابلے میں آپؐ کی شان کتنی بلند و بالا ہے۔ چنانچہ مسیحِ محمدی علیہ السلام کو اطلاع دی گئی کہ ؎

بنو گمان و وہم سے احمد کی شان ہے ÷ جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے
(تذکرہ طبع ثانی ص۶۸۵)

(۴) حضرت مسیح قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لئے بھی مسیح ابن مریم کے نام کے مستحق ہوئے کہ ایک مدت تک اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مریمی صفات کا حامل بنا کر مریمی مقام یعنی مقام صدیقیت پر کھڑا کیا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

مدتے بودم برنگِ مریمی ÷ دست نادیدہ بپیرانِ زمی

یعنی ایک مدت تک میں مریمی صفات سے متصف رہا اور مریمی مقام پہ کھڑا رہا اور مریم کی طرح کسی کے ہاتھ میں (پیرانِ زمین میں سے) میں نے ہاتھ نہیں دیا تھا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی توجہاتِ کریمانہ ہی میری روحانی پرورش کر رہی تھیں۔

چنانچہ آپؑ کو الہام بھی ہوا کہ:۔

يَا مَرْيَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (تذکرہ طبع ثانی ص۳۲)

یعنی اے مریم تُو اور تیرے ساتھی رضاء الٰہی کی مسرتوں سے بھرپور جنت میں اپنا بسیرا کرو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت مریم علیہا السلام میں خاص نفخ روح کر کے عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے بطن سے پیدا کیا اسی طرح اِس زمانے کی مریم کو بھی الہام ہوا کہ:۔

نَفَخْتُ فِيْكَ مِنْ لَّدُنِّيْ رُوْحَ الصِّدْقِ (تذکرہ طبع ثانی ص۳۲)

یعنی میں نے رُوحِ صدق تیرے اندر پھونک دی۔

چنانچہ مریمی حالت سے یہ برگزیدہ انسان عیسوی حالت کی طرف منتقل ہوا یعنی صدیقیت کے بعد مقامِ نبوت پر فائز کیا گیا۔ اور آپؑ کو الہام ہوا کہ:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَكَ مَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ قُلْ هٰذَا فَضْلُ رَبِّيْ وَاِنِّيْ اُجَرِّدُ نَفْسِيْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ۔

(تذکرہ طبع ثانی ص۲۴۳)

یعنی تمام تعریف اُس خدا کے لئے ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنا دیا۔ کہہ یہ میرے رب کا فضل ہے اور میں تو اپنے آپ کو تمام قسم کے خطابات سے الگ رکھتا ہوں۔

گویا مریمی حالت سے عیسوی حالت پیدا ہوئی۔ اِس لحاظ سے پہلی حالت بعد والی

عظیم تر حالت کے لئے بمنزلہ ماں ہوئی اور آپ مسیح ابن مریم کا نام دیئے گئے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

بعد ازاں آں قادر و ربّ مجید ٭ رُوحِ عیسیٰ اندر آں مریم دمید
پس بہ نفخش رنگِ دیگر شد عیاں ٭ زاد زاں مریم مسیحِ ایں زماں

یعنی اس کے بعد اس قادر و ربِّ مجید نے اس مریم کے اندر عیسیٰ کی رُوح پھونک دی اور اُس کے اِس نفخِ رُوح سے ایک اَور رنگ ظاہر ہوا اور اس مریم سے اِس زمانے کا مسیح پیدا ہوگیا۔

اِس واقعہ کی قرآن کریم میں سورۃ التحریم میں واضح پیشگوئی کی گئی تھی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ....
.... وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ (آیت ۱۲و۱۳)

یعنی اُمّتِ محمدیہ کے حقیقی مومنوں کی حالت اللہ تعالیٰ ایک مثال سے اچھی طرح واضح کرنے کے لئے فرعون کی بیوی کی مانند بیان کرتا ہے .... نیز مریم بنت عمران کی حالت کی طرح بیان کرتا ہے جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی۔ ہم نے اس میں اپنا کلام ڈال دیا اور اُس نے اپنے رب کے کلام کی تصدیق کی نیز خدا کی سب کتب کی بھی تصدیق کی اور وہ کامل فرمانبردار مُردوں میں سے ہوگئی۔ اور اُن کا مقام یعنی مقامِ نبوّت اسے حاصل ہوگیا۔

اس میں یہی پیشگوئی ہے کہ آئندہ زمانے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا آدمی ظاہر ہوگا جس کو پہلے مریم کا نام دیا جائے گا اور پھر ترقی کرتے کرتے اس کو عیسیٰ کا نام دیا جائیگا جو مردِ کامل تھا۔

(۵) پانچویں وجہ مسیح محمدی علیہ السلام کے ابن مریم کا نام پانے کی بڑی دلچسپ اور عجیب ہے اور یہ نکتہ خاکسار راقم الحروف نے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ۱۹۴۳ء میں ڈلہوزی میں ایک سیر کے دوران سُنا تھا۔ سیر کے دوران حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے خاکسار اور بعض اَور لڑکوں سے پوچھا کہ بتاؤ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابن مریم کا نام اور ابراہیم کا نام کن کن وجوہات سے دیا گیا؟ ہم لوگوں نے بعض وہ وجوہات بیان کیں جن کا اُوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ایک اَور وجہ بھی ہے، وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی مریم (ماریہ قبطیہؓ) تھا۔ مریم کو قبطی زبان میں ماریہ کہتے ہیں۔ اس کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیٹا دیا گیا جس کا نام ابراہیم تھا اور وہ بوجہ ماریہؓ (مریم) کا بیٹا ہونے کے ابن مریم بھی تھا۔ یہ دونوں نام اس کے لئے ظاہری نام اور لقب تھے۔ وہ فوت ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (ابن ماجہ جلد ا صفحہ ۲۲ مصری)

یعنی اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا۔

اب ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ تمہارے رسول نے ایک بے ثبوت بات کی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو معمولی نیک آدمی بھی نہ ہوتا تب اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مرنے والے فرزند کے بدلے میں ایک اَور فرزندِ جلیل دیا جو رُوحانی طور پر فرزندوں کی طرح سے آپؐ کے تتابع رُوحانی کا وارث ہوا۔ پہلے ابراہیم ابن رسول اللہؐ کو ابراہیم اور ابن مریم کے نام اور لقب ملے تھے اس زمانے کے آنحضورؐ کے فرزندِ جلیل کے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دونوں نام رکھے گئے تا یہ ظاہر ہو کہ یہ فرزندِ جلیل علاوہ رُوحانی طور پر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا بروز ہونے کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس مرنے والے فرزند ابراہیم ابن مریم کا بھی نعم البدل، مثیل اور قائم مقام ہے اور دنیا دیکھ لے کہ گو حکمتِ الٰہی نے آنحضرتؐ کے ایک فرزند ابراہیم ابن مریم نامی کو اپنی طرف بچپن میں ہی بُلا لیا مگر ایک دوسرے فرزندِ جلیل کو ابراہیم اور ابن مریم کا نام دے کر ثابت کر دیا کہ یہ فرزند پہلے فرزندِ متوفیٰ کا نعم البدل اور مثیل ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند مقامِ نبوت حاصل کر سکتا ہے۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محض نعوذ باللہ ایک گپ لگائی تھی کہ اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو نبی بنتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے فرزند رُوحانی کو اُمتی نبوت پر قائم کر کے دکھا دیا۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موعود ابن مریم کو

مسلم شریف کی ایک ہی حدیث میں چار بار نبی اللہ کے الفاظ سے موسوم کیا ہے۔ ایک دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی نبوت کے بارے میں وضاحت طلب کی گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ "میں وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاءؐ نے نبی اللہ رکھا ہے۔"

پس مندرجہ بالا پانچ عظیم الشان وجوہات کی بنا پر اسلام کے مہدیٔ معہود کا نام مسیح ابن مریم رکھا گیا۔ مسیح اور مہدی دو وجود نہیں تھے بلکہ ایک ہی برگزیدہ انسان کے دو مختلف پہلوؤں سے دو نام تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ:-

لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی

کہ اسلام کا مہدیٔ معہود عیسیٰ موعود کے علاوہ اَور کوئی نہیں۔ چنانچہ مہدیٔ معہود کے لئے تیرہ سَو سال سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینہ میں دو بار مقررہ تاریخوں پر چاند اور سورج کے گرہن کی نشانی مقرر کی تھی جو موعود مہدی و مسیح کی آمد پر بڑی آب و تاب سے پوری ہوئی۔ مہدی کا نام آپ کو بلحاظ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بروزِ حضرت خاتم النبیین کے ملا۔ اور مسیح کا نام آپؑ کو اپنے سب سے بڑے کام یعنی کسرِ صلیب کی وجہ سے ملا جس کی تفصیل اُوپر گزر چکی ہے۔

آئندہ اقساط میں کسرِ صلیب کے عظیم کارنامہ کی مزید تفاصیل ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ ؎

وَاٰخِرُ کَلِمِنَا حَمْدٌ وَّشُکْرٌ

لِرَبٍّ مُّحْسِنٍ ذِی الْاِمْتِنَانٖ

خدائے قادر کے وعدے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اُس خدائے قادر کے وعدے سچّے ہیں اور میں آنے والے دنوں کو ایسے دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آچکے ہیں۔"

عہدیداران مجالس انصار اللہ کیلئے ضروری ہدایات

برائے سال ۱۳۴۹ہش / ۱۹۷۰ء

(قسط دوم)

قیادت تربیت

(قائد تربیت: مکرم شیخ مبارک احمد صاحب)

۱۔ نماز باجماعت کے متعلق تسلسل کے ساتھ مؤثر رنگ میں توجہ دلائی جاتی رہے۔ زعماء اعلیٰ / زعماء اس کے ذمہ دار ہونگے۔

۲۔ قوموں کی دیرپا ترقی کا راز بچوں کی صحیح تربیت میں مضمر ہے۔ آپ جائزہ لیں کہ انصار کس حد تک اپنے بچوں کی تربیت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔

۳۔ اس سال انشاء اللہ العزیز اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں ہفتہ منایا جائے گا (جس کی تاریخوں کا اعلان بعد میں ہوگا) مجالس کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل مضامین پر تقاریر کروانے کا بندوبست کریں۔ تقریروں کی تیاری کے لئے مرکز سے مطبوعہ نوٹ بھجوائے جائیں گے۔

(۱) راست گوئی (۲) صفائی (۳) تربیتِ اولاد (۴) غریب پروری (۵) اطاعت (۶) سادگی (۷) دیانت و امانت (۸) ایفاء عہد۔

۴۔ اراکین کو توجہ دلائی جاتی رہے کہ وہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ملفوظات کا مطالعہ کریں نیز ان کے درس و تدریس کا انتظام کیا جائے۔

۵۔ صاحبِ قلم اصحاب کو تحریک کی جائے کہ وہ معیاری تربیتی مضامین لکھ کر مرکز میں بھجوائیں تا ان کی اشاعت کا اہتمام کیا جاسکے۔

۶۔ رُوحِ تربیت اور حصولِ قربِ الٰہی کے لئے اراکین انصار اللہ کو مندرجہ ذیل امور کی تحریک کی جاتی رہے:
ا:۔ سب سے پہلے انسان کو محاسبہ کر کے اپنے نفس کی تربیت کرنی ہے اور پھر جن کا وہ راعی ہے ان کی تربیت کی طرف استقلال اور عزم کے ساتھ توجہ دینی ہے۔
ب:۔ صحیح اسلامی تربیت کی طرف ہمیشہ توجہ دی جائے۔

ج :- اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہر وقت دل کو معمور رکھنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک تسبیح وتحمید اور درود و استغفار پر پُوری تندہی سے کاربند ہونا۔

د :- فرض عبادات کو پُورے لوازم کے ساتھ ادا کرنا (سوائے جائز شرعی مجبوری کے)۔

قیادت اصلاح وارشاد (قائد اصلاح وارشاد :- محترم مولانا ابو العطاء صاحب)

۱ - ہر رُکن انصار اللہ کو تحریک کی جائے کہ وہ کم از کم ایک غیر از جماعت دوست کو سچّا اور فعّال مسلمان بنانے کی سعی کرے۔

۲ - اِس امر کا اہتمام کیا جائے کہ جملہ اراکین انصار اللہ اپنے اہل وعیال کو دینی عقائد و مسائل اور اُن کے دلائل سے آگاہ کرتے رہیں۔

۳ - تمام مجالس ہفتہ اصلاح و ارشاد منائیں (تاریخوں کا اعلان بعد میں صدر محترم کی منظوری سے کیا جائے گا) تین روز صرف مضامین تردید عیسائیت نیز ہستی باری تعالیٰ پر ہوں گے جن کے مناسب نوٹس طبع کروا کر بھجوائے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

۴ - مرکز کی طرف سے جو لٹریچر آپ کو پہنچے ازراہِ کرم اس کی تقسیم کا مناسب انتظام فرماویں تاکہ لٹریچر صحیح ہاتھوں میں پہنچے اور ضائع نہ ہو۔

۵ - وقفِ عارضی میں شمولیت کی تحریک کی جاتی رہے۔ نیز انصار کو اپنے بچّوں کو مستقل وقفِ زندگی کے لئے مناسب رنگ میں تحریک کی جاتی رہے۔

۶ - انصار کو اِس امر کی تحریک کی جائے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو خاص طور پر پیغامِ حق پہنچائیں۔

قیادتِ تعلیم (قائد تعلیم :- مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب)

سالِ رواں میں مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق اراکین انصار اللہ کے چار امتحانات ہوں گے انشاء اللہ۔ کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ انصار اِن امتحانات میں شریک ہوں۔ نصاب حسبِ ذیل ہوگا۔

نوٹ :- کامیاب انصار کو مرکز کی طرف سے اسناد دی جائیں گی انشاء اللہ۔ ہر امتحان میں اوّل و دوم آنیوالوں کو علی الترتیب -/۱۰ روپیہ اور -/۵ روپیہ کی کتب بطور انعام دی جائیں گی۔

معیار اوّل

سہ ماہی دوم - تاریخ امتحان ۱۲ احسان/جون برائے ربوہ - ۱۴ احسان/جون برائے بیرونجات - نصاب :- ۱ - فتح اسلام

۲۔ آیتِ استخلاف کا ترجمہ اور مختصر تشریح۔

سہ ماہی سوم :۔ تاریخ امتحان ۱۱ تبوک/ستمبر برائے ربوہ۔ ۱۳ تبوک/ستمبر برائے بیرونجات۔ نصاب :۔ ۱۔ ترجمہ قرآنِ کریم نصف آخر پارہ ۱۱۔ ۲۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۵ دلائل۔

سہ ماہی چہارم :۔ تاریخ امتحان ۱۱ فتح/دسمبر برائے ربوہ۔ ۱۳ فتح/دسمبر برائے بیرونجات۔ نصاب :۔ ۱۔ توضیح مرام ۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۳ الہامی دعائیں۔

معیار دوم

سہ ماہی دوم :۔ ۱۔ کتاب فتح اسلام کا مضمون زبانی۔ ۲۔ خلافت کی اہمیت (زبانی)

سہ ماہی سوم :۔ ۱۔ قرآنِ کریم ناظرہ یا الیسرنا القرآن سُنانا۔ ۲۔ سورۃ الفیل کا زبانی ترجمہ۔ ۳۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کم از کم ۳ دلائل۔

سہ ماہی چہارم :۔ ۱۔ کتاب توضیح مرام کا مضمون زبانی۔ ۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۱۳ الہامی دعائیں۔

تعلیم القرآن

۲۔ کراچی اور ضلع جھنگ میں تعلیم القرآن کا انتظام انصار اللہ کے زیرِ اہتمام جاری رکھا جائے۔

۳۔ قرآنِ کریم سیکھنے کے لئے بطور نمونہ ربوہ کے انصار اراکین اپنے گھروں میں درس قرآنِ کریم کا اہتمام کریں اور اس کی رپورٹ مرکز میں بھجوائی جائے۔

۴۔ نصاب امتحان اطفال برائے وظیفہ انعامی

۱۔ بچوں کے لئے تاریخ احمدیت مؤلفہ شیخ خورشید احمد صاحب

۲۔ وفاتِ مسیح کے ۵ دلائل از قرآنِ کریم۔

۳۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از قرآنِ کریم۔

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳ عربی، ۳ انگریزی اور ۳ اُردو الہامات۔

۵۔ انٹرویو برائے معلوماتِ عامہ متعلقہ اسلام و احمدیت۔

(باقی)

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

بابت ماہ شہادت ۱۳۴۹ہش
اپریل ۱۹۷۰ء

نتیجہ امتحان انصاراللہ سہ ماہی چہارم ۱۳۴۸ہش ۱۹۶۹ء

مورخہ ۱۲/۱۲/۴۸ بروز اتوار اراکین انصاراللہ کا امتحان منعقد ہوا۔ جس میں کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" اور گھر سے نکلنے اور گھر میں داخل ہونے کی دعائیں بطور نصاب مقرر تھیں۔ کُل ۲۶۶ احباب شامل امتحان ہوئے۔ اس سہ ماہی میں مکرم پیر محمد یوسف صاحب رکن مجلس انصاراللہ لائل پور اوّل اور مکرم ملک نصیر احمد صاحب رکن مجلس انصاراللہ کراچی دوم قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آمین

(حبیب اللہ خان قائد تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

فہرست نتیجہ امتحان انصاراللہ سہ ماہی چہارم ۱۳۴۸ہش ۱۹۶۹ء

نمبرشمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبرشمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	شیخوپورہ	مکرم شیخ گلزار محمد صاحب	A	۷	ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	مکرم ایم محمد اسماعیل صاحب	B
۲	"	" عبدالخالق صاحب	A	۸	جھنگ صدر	" ایم علی محمد صاحب	A
۳	"	" بشیر احمد صاحب قریشی	A	۹	"	" سراج الدین صاحب	A
۴	"	" مرزا جان عالم بیگ صاحب	B	۱۰	"	" احمد الدین صاحب	A
۵	بادہ من ضلع لاڑکانہ	" محکم الدین صاحب	B	۱۱	"	" طفیل محمد صاحب	A
[illegible]	بہادر نگر	" چوہدری غلام نبی صاحب	A	۱۲	چک ۳۳ جنوبی ضلع شیخوپورہ	" محمد ابراہیم صاحب شاد	A

ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

بابت ماہ شہادت ۱۳۴۹ ہش
اپریل ۱۹۷۰ء

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی چہارم ۱۳۴۸ ہش / ۱۹۶۹ء

مورخہ ۱۴ ۱۲/۴۸ بروز اتوار اراکین انصار اللہ کا امتحان منعقد ہوا جس میں کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" اور گھر سے نکلنے اور گھر میں داخل ہونے کی دعائیں بطور نصاب مقرر تھیں۔ کل ۲۶۶ احباب شامل امتحان ہوئے۔ اس سہ ماہی میں مکرم پیر محمد یوسف صاحب رکن مجلس انصار اللہ لائل پور اوّل اور مکرم ملک نصیر احمد صاحب رکن مجلس انصار اللہ کراچی دوم قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آمین

(حبیب اللہ خان قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

فہرست نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی چہارم ۱۳۴۸ ہش / ۱۹۶۹ء

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	شیخوپورہ	مکرم شیخ گلزار محمد صاحب	A	۷	زرگڑھی ضلع گوجرانوالہ	مکرم ایم محمد اسماعیل صاحب	B
۲	"	" عبد الخالق صاحب	A	۸	جھنگ صدر	" ایم علی محمد صاحب	A
۳	"	" بشیر احمد صاحب قریشی	A	۹	"	" سراج الدین صاحب	A
۴	"	" مرزا جان عالم بیگ صاحب	B	۱۰	"	" احمد الدین صاحب	A
۵	بادہ من ضلع لاڑکانہ	" محکم الدین صاحب	B	۱۱	"	" طفیل محمد صاحب	A
۶	بہادر نگر	" چوہدری غلام نبی صاحب	A	۱۲	چک ۱۱۷ چھور ضلع شیخوپورہ	" محمد ابراہیم صاحب شاد	A

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۳	چک بھوڑ ضلع شیخوپورہ	مکرم سید علی ہاشمی صاحب	A
۱۴	سکھر	" قریشی عبدالرحمٰن صاحب	A
۱۵	کھنڈو ضلع لاڑکانہ	" عبدالغفور صاحب	B
۱۶	انور آباد "	" محمد انور صاحب ایڈو	A
۱۷	ساہیوال شہر	" علی محمد صاحب مسلم	A
۱۸	گنج مغلپورہ لاہور	" بشیر احمد صاحب گوداپیا	A
۱۹	"	" بشیر احمد صاحب	A
۲۰	"	" محمد عبداللہ صاحب درویش	A
۲۱	"	" عبدالحلیم صاحب	A
۲۲	"	" محمد عبدالحق صاحب	A
۲۳	"	" ملک مظفر احمد صاحب	A
۲۴	کینال پارک لاہور	" عطاء الرحمٰن صاحب	A
۲۵	راج گڑھ لاہور	" بشیر احمد صاحب کوثر	A
۲۶	"	" عبدالغفور صاحب	A
۲۷	ماڈل ٹاؤن لاہور	" چوہدری عبدالوحید صاحب	A
۲۸	وحدت کالونی لاہور	" انور علی صاحب	B
۲۹	"	" عبدالکریم صاحب	B
۳۰	مدینہ کالونی لاہور	" عبدالرحمٰن صاحب	A
۳۱	نشاط کالونی "	" شیخ نثار احمد صاحب	A
۳۲	انار کلی "	" نصیر احمد صاحب	B
۳۳	رحمٰن پورہ "	" محمد عزیز صاحب	B
۳۴	" "	" قاضی محمد منیر صاحب	A
۳۵	" "	" قریشی رحمت اللہ صاحب	A
۳۶	کرشن نگر "	" عبدالجلیل صاحب عشرت	A
۳۷	کرشن نگر لاہور	مکرم بشیر احمد صاحب نظام	A
۳۸	سلطان پورہ لاہور	" حکیم سردار علی صاحب	A
۳۹	"	" محمد اسحاق صاحب	A
۴۰	"	" چوہدری یوسف علی صاحب	A
۴۱	"	" خدا بخش صاحب	B
۴۲	"	" عطاء اللہ صاحب	B
۴۳	"	" غلام رسول صاحب	B
۴۴	"	" خواجہ محمد اقبال صاحب	B
۴۵	"	" چوہدری بشیر احمد صاحب	A
۴۶	سنت نگر لاہور	" محمد ابراہیم صاحب	A
۴۷	رام نگر لاہور	" خواجہ عبدالحفیظ صاحب	A
۴۸	سنت نگر لاہور	" الطاف حسین صاحب	A
۴۹	راج گڑھ لاہور	" مبارک علی صاحب	A
۵۰	آنبہ کرم پورہ شیخوپورہ	" حکیم عبدالرحمٰن صاحب	A
۵۱	کوئٹہ	" مرزا محمد صادق صاحب	A
۵۲	"	" محمد حیات چوہدری صاحب	A
۵۳	"	" شیخ نذیر احمد صاحب فیض	A
۵۴	"	" میاں عبدالقیوم صاحب	A
۵۵	"	" سید عبدالرشید صاحب	A
۵۶	"	" فیض الحق خان صاحب	A
۵۷	"	" مرزا محمد فاضل صاحب	A
۵۸	"	" خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب	A
۵۹	"	" محمد عیسیٰ جان صاحب	A
۶۰	"	" محمد اسعد اللہ خان صاحب	A

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۶۱	کوئٹہ	مکرم سید منیر احمد صاحب	A
۶۲	نامعلوم	” غلام حیدر صاحب	B
۶۳	کریم نگر فارم تھرپارکر	” بشیر احمد صاحب دکاندار	A
۶۴	”	” جلال الدین صاحب شاد	A
۶۵	سیالکوٹ	” بابو محمد اقبال صاحب	A
۶۶	اسلامیہ پارک لاہور	” مسعود احمد شاہ صاحب بخاری	A
۶۷	”	” چوہدری عبدالمالک صاحب	A
۶۸	”	” سردار بشیر احمد صاحب	A
۶۹	کریم نگر فارم تھرپارکر	” محمد عبداللہ صاحب	B
۷۰	باغبانپورہ لاہور	” عبدالرحمٰن صاحب	B
۷۱	”	” محمد حسین صاحب	B
۷۲	”	” ٹھیکیدار عبدالرحیم صاحب	B
۷۳	”	” بشیر احمد صاحب باجوہ	B
۷۴	مسعود آباد کراچی	” سید عبدالکریم صاحب	A
۷۵	”	” محمد شفیع صاحب ہاشمی	B
۷۶	”	” آغا محمد عبداللہ خان صاحب	A
۷۷	”	” ملک عبدالرحمٰن صاحب	B
۷۸	ڈرگ روڈ کراچی	” محمد دلشاد خان صاحب	A
۷۹	”	” مرزا محمد شریف صاحب	A
۸۰	حلقہ سوسائٹی کراچی	” شیخ خلیل الرحمٰن صاحب	A
۸۱	”	” نواب الدین صاحب	A
۸۲	ناظم آباد کراچی	” شیخ ضیاء الحق صاحب	A
۸۳	”	” چوہدری سلطان محمود احمد صاحب	A
۸۴	”	” محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی	A

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۸۵	ناظم آباد کراچی	مکرم نصیر احمد صاحب دوم	A
۸۶	مارٹن روڈ کراچی	” آفتاب احمد صاحب بسمل	A
۸۷	”	” عبدالرحیم صاحب مدہوش	B
۸۸	”	” سید ناصر علی صاحب	A
۸۹	لیاقت آباد کراچی	” محمد عبداللہ صاحب	B
۹۰	لارنس روڈ ”	” مولوی عبدالمجید صاحب	A
۹۱	حلقہ صدر ”	” ملک عبدالحکیم صاحب	B
۹۲	” ”	” مرزا جہانگیر بیگ صاحب	B
۹۳	جیکب لائنز ”	” شیخ رحمت اللہ صاحب	A
۹۴	” ”	” چوہدری کرم الدین صاحب	B
۹۵	پیر الٰہی بخش کالونی ”	” ” احمد جان صاحب	A
۹۶	کنری ضلع تھرپارکر	” عبدالغفور صاحب بھٹی	B
۹۷	”	” عبدالکریم صاحب	B
۹۸	”	” سعید احمد شاہ صاحب	B
۹۹	”	” عبدالکریم صاحب	B
۱۰۰	”	” ماسٹر فضل الدین صاحب	A
۱۰۱	پیپلز کالونی لائل پور	” چوہدری احمد الدین صاحب	A
۱۰۲	”	” ” عبدالغنی صاحب	A
۱۰۳	”	” ظفر اللہ خان صاحب چیمہ	A
۱۰۴	بٹالہ کالونی لائل پور	” نصیر احمد صاحب چوہدری	A
۱۰۵	مسجد فضل ”	” محمد رفیع ناصر صاحب	A
۱۰۶	” ”	” منشی محمد خان صاحب	A
۱۰۷	” ”	” ڈاکٹر محمد امین الدین صاحب حاکم	B
۱۰۸	” ”	” چوہدری محمد اسماعیل صاحب	A

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۰۹	سمن آباد لائل پور	مکرم صوفی عبدالعزیز صاحب	B
۱۱۰	"	" مرزا منظور احمد بیگ صاحب	B
۱۱۱	"	" محمد نواز صاحب گوندل	B
۱۱۲	"	" مرزا سیف علی بیگ صاحب	B
۱۱۳	"	" پیر محمد یوسف صاحب اوّل	A
۱۱۴	فیکٹری ایریا لائل پور	" سردار محمد حکیم صاحب	B
۱۱۵	" "	" حاکم شاہ صاحب	A
۱۱۶	منصورہ آباد "	" تاج محمد صاحب	A
۱۱۷	جناح کالونی "	" شیخ عبداللطیف صاحب	A
۱۱۸	ڈی ٹائپ "	" مستری الٰہی بخش صاحب	A
۱۱۹	" "	" عبداللطیف صاحب بٹ	B
۱۲۰	" "	" محمد رمضان صاحب	B
۱۲۱	کریم نگر "	" ڈاکٹر فضل کریم صاحب	A
۱۲۲	" "	" غلام غوث صاحب	B
۱۲۳	" "	" مولوی محمد الدین صاحب	B
۱۲۴	" "	" شیخ عبدالرحیم صاحب	B
۱۲۵	کینال کالونی "	" سید سلطان حسین شاہ صاحب	B
۱۲۶	" "	" ایم عیسیٰ خان صاحب	B
۱۲۷	" "	" میاں غلام احمد صاحب	A
۱۲۸	گلبرگ "	" حکیم محمد بخش صاحب	B
۱۲۹	" "	" عبدالحکیم خان صاحب	A
۱۳۰	رضا آباد "	" شیخ نذیر احمد صاحب	A
۱۳۱	" "	" چوہدری رحمت اللہ صاحب ڈوگر	A
۱۳۲	کینال کالونی "	" افتخار علی صاحب قریشی	A
۱۳۳	مسجد فضل لائل پور	مکرم حوالدار پنشنر بشیر احمد صاحب	A
۱۳۴	" "	" ارشاد احمد صاحب	A
۱۳۵	حلقہ پیپلز کالونی "	" محمد یعقوب صاحب	B
۱۳۶	" "	" عبدالرحمٰن صاحب بہلولپوری	A
۱۳۷	" "	" عبدالرشید صاحب بھٹی	A
۱۳۸	حلقہ جناح کالونی "	" مستری محمد عبداللہ صاحب	A
۱۳۹	حلقہ جھال خانوآنہ "	" حکیم محمد مسلم صاحب	B
۱۴۰	" "	" " محمد اسلم صاحب	A
۱۴۱	حلقہ فاروق آباد "	" پیر عبدالرحمٰن صاحب	A
۱۴۲	مورو ضلع نواب شاہ	" مولوی برکت اللہ صاحب ہوشیارپوری	A
۱۴۳	"	" قاضی غلام محمد صاحب	A
۱۴۴	ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	" ملک محمد الدین صاحب	A
۱۴۵	مسجد فضل لائل پور	" بشیر احمد صاحب	A
۱۴۶	پیپلز کالونی "	" عبدالحمید صاحب آصف	A
۱۴۷	جناح کالونی "	" حشمت اللہ صاحب	A
۱۴۸	" "	" محمد شریف صاحب	A
۱۴۹	" "	" بشیر احمد صاحب قریشی	A
۱۵۰	چک ۲۷۰/۸ کماچیلو	" صوفی غلام محمد صاحب	A
۱۵۱	"	" اعجاز احمد صاحب	A
۱۵۲	"	" عبدالعزیز صاحب	B
۱۵۳	دارالرحمت شرقی ربوہ	" ملک محمد احمد صاحب	B
۱۵۴	" "	" حاجی اصغر علی صاحب	A
۱۵۵	دارالبرکات "	" محمد اسحاق صاحب	A
۱۵۶	" "	" ماسٹر ضیاء الدین صاحب ارشد	A

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۵۷	دارالبرکات ربوہ	مکرم ماسٹر چراغ الدین صاحب	A
۱۵۸	دارالصدر غربی 〃	〃 عبدالسلام صاحب بھٹی	A
۱۵۹	〃 〃	〃 چوہدری محفوظ الرحمٰن صاحب	A
۱۶۰	〃 〃	〃 ملک فضل الدین صاحب	B
۱۶۱	〃 〃	〃 قاری محمد آمین صاحب	A
۱۶۲	〃 〃	〃 چوہدری ظفر احمد خان صاحب	B
۱۶۳	〃 〃	〃 〃 عبدالعزیز صاحب	A
۱۶۴	〃 〃	〃 〃 محمد لطیف صاحب	A
۱۶۵	〃 〃	〃 عبدالرحمٰن صاحب دہلوی	B
۱۶۶	〃 〃	〃 ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب	A
۱۶۷	〃 〃	〃 چوہدری اللہ بخش صاحب	A
۱۶۸	گولیکی ضلع گجرات	〃 ایم اللہ دتہ صاحب	A
۱۶۹	〃 〃	〃 پیر محمد اکبر سقراط صاحب	A
۱۷۰	〃 〃	〃 فیض عالم صاحب	A
۱۷۱	راولپنڈی	〃 قاضی محمد نذیر صاحب	B
۱۷۲	〃	〃 محمد نصیب صاحب عارف	A
۱۷۳	〃	〃 خواجہ عنایت اللہ صاحب	A
۱۷۴	〃	〃 صوبیدار نواب الدین صاحب	A
۱۷۵	پشاور	〃 چوہدری محمد شفیع صاحب فیروزپوری	A
۱۷۶	〃	〃 ملک سعادت احمد صاحب	B

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۷۷	پشاور	مکرم محمد الطاف صاحب	A
۱۷۸	〃	〃 عبدالغفور صاحب	A
۱۷۹	〃	〃 حبیب احمد صاحب	A
۱۸۰	〃	〃 خورشید عالم بٹ صاحب	A
۱۸۱	〃	〃 صوفی رحیم بخش صاحب	A
۱۸۲	〃	〃 چوہدری رکن الدین صاحب	A
۱۸۳	〃	〃 عبدالکریم صاحب	A
۱۸۴	〃	〃 سید احمد حسین صاحب بخاری	A
۱۸۵	〃	〃 میاں عبدالرشید خان صاحب	A
۱۸۶	〃	〃 صوبیدار شیخ عبدالکریم صاحب	A
۱۸۷	〃	〃 خلیل الرحمٰن صاحب	A
۱۸۸	〃	〃 بختیار احمد صاحب	A
۱۸۹	〃	〃 نثار احمد صاحب فاروقی	A
۱۹۰	〃	〃 سید مبارک احمد صاحب	B
۱۹۱	〃	〃 منیر احمد صاحب	A
۱۹۲	〃	〃 عبدالحمید صاحب	B
۱۹۳	〃	〃 شاہد احمد صاحب	B
۱۹۴	〃	〃 نثار احمد صاحب	A
۱۹۵	〃	〃 محمود احمد صاحب	A
۱۹۶	〃	〃 نیاز قطب احمد صاحب بٹ	A

فہرست امتحان انصار اللہ سہ ماہی چہارم ۱۳۴۸ہش / ۱۹۶۹ء ـ معیار دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	کراچی	مکرم میاں احمد گل صاحب	دوم	۲۲	کراچی	مکرم خادم حسین صاحب	سوم
۲	"	" ڈاکٹر محمد زبیر صاحب	اوّل	۲۳	"	" محمد اشرف صاحب مؤذن	"
۳	"	" بابو عظیم الدین صاحب	دوم	۲۴	"	" ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب	اوّل
۴	"	" شیخ ذوالفقار علی صاحب	سوم	۲۵	"	" میاں حسن خان صاحب	دوم
۵	"	" پیر محمد حسین صاحب	"	۲۶	"	" بشیر احمد صاحب	"
۶	"	" محمد شریف صاحب بٹ	"	۲۷	"	" ماسٹر امین الدین صاحب	اوّل
۷	"	" سید محمد عالم شاہ صاحب	"	۲۸	"	" غلام جیلانی صاحب	سوم
۸	"	" نور الدین صاحب	دوم	۲۹	"	" ڈپٹی محمد حسین صاحب	اوّل
۹	"	" حبیب الرحمٰن صاحب	"	۳۰	"	" صدرالدین صاحب کھوکھر	دوم
۱۰	"	" سید احمد شاہ صاحب	"	۳۱	"	" ملک الطاف الرحمٰن صاحب	"
۱۱	"	" احمد بخش صاحب	"	۳۲	مسجد فضل لائل پور	" ملک عبدالمجید صاحب	"
۱۲	"	" شیخ بہادر علی صاحب	اوّل	۳۳	" "	" نظام الدین صاحب	"
۱۳	"	" عبداللہ خان صاحب	دوم	۳۴	" "	" شیخ ارشاد احمد صاحب	اوّل
۱۴	"	" شیخ قاسم علی صاحب	سوم	۳۵	" "	" میاں سعید احمد صاحب	دوم
۱۵	"	" شیخ ابراہیم صاحب	"	۳۶	" "	" غلام مرتضیٰ صاحب	"
۱۶	"	" چوہدری عبدالعزیز صاحب	اوّل	۳۷	" "	" شیخ محمد صادق صاحب	اوّل
۱۷	"	" محمد یعقوب صاحب	"	۳۸	" "	" عبدالرحمٰن صاحب ٹال والا	دوم
۱۸	"	" حکیم عبدالعزیز صاحب	"	۳۹	" پیپلز کالونی	" عبدالخالق صاحب	"
۱۹	"	" سید سبط حسن صاحب	"	۴۰	" "	" سلطان احمد صاحب	اوّل
۲۰	"	" مستری عبدالرحیم صاحب	سوم	۴۱	" بٹالہ کالونی	" محمد الدین صاحب	"
۲۱	"	" کرم الدین صاحب خلاصی	"	۴۲	" "	" عبدالغنی صاحب	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۴۳	سمن آباد لائل پور	مکرم صوفی عبد الکریم صاحب	دوم
۴۴	" "	" مہر الدین صاحب	"
۴۵	" "	" غلام محمد صاحب	اوّل
۴۶	" "	" محمد خورشید صاحب	دوم
۴۷	غلام محمد آباد "	" مشتاق احمد صاحب	اوّل
۴۸	" "	" غلام محمد صاحب	"
۴۹	صابر کالونی "	" شیخ عبد اللہ صاحب	دوم
۵۰	" "	" مرزا نذیر احمد صاحب	اوّل
۵۱	" "	" شیخ فضل حسین صاحب	"
۵۲	" "	" ملک عبد القادر صاحب	"
۵۳	" "	" شیخ حشمت اللہ صاحب	دوم
۵۴	" "	" شیخ فضل احمد صاحب	"
۵۵	منصورہ آباد "	" فضل الحق صاحب	اوّل
۵۶	" "	" شریف احمد صاحب	دوم
۵۷	منصورہ آباد لائل پور	مکرم مستری قمر الدین صاحب	دوم
۵۸	کریم نگر "	" شیخ اللہ بخش صاحب	"
۵۹	کینال کالونی "	" پیر مبارک علی شاہ صاحب	اوّل
۶۰	گلبرگ "	" حاجی محمد منشی صاحب	"
۶۱	" "	" مستری عبد الرحیم صاحب	دوم
۶۲	" "	" ملک محمود احمد صاحب	"
۶۳	" "	" چوہدری حبیب احمد صاحب	"
۶۴	طارق آباد "	" محمد سلیم صاحب	"
۶۵	" "	" محمد یعقوب صاحب	"
۶۶	بھال خانو آنہ "	" دریام الدین صاحب	اوّل
۶۷	" "	" حکیم خیر الدین صاحب	دوم
۶۸	" "	" حکیم شیر الٰہی صاحب	"
۶۹	رضا آباد "	" شیخ فضل احمد صاحب	"
۷۰	" "	" شیخ محمد بشیر صاحب	"

کتبِ سلسلہ کے امتحانات کی طرف زیادہ توجّہ کی ضرورت ہے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

"کوئی خواندہ ممبر انصار اللہ سوائے بیماری یا کسی اور سخت معذوری کے ایسے امتحان کی شرکت سے محروم نہ رہے ۔ یہ امتحان گویا ایک گھریلو درسگاہ کا حکم رکھتا ہے اور ضروری ہے کہ ان امتحانوں میں انصار اللہ زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور سلسلہ کی دوسری کتب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو احمدی ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں مخفی کبر کا مادہ

پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے عمل سے ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان علوم سے جو خدا نے ہمیں عطاء کئے ہیں اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سلسلہ کی کتب کے مطالعہ کا یہ طریق ایک بڑا آسان اور سہل ہے مگر ضروری ہے کہ ہر سال یا ہر ششماہی ہی سوچ سمجھ کر عمدہ نصاب مقرر کیا جایا کرے اور پھر خواندہ انصار اللہ کے ممبر کو جو کسی وجہ سے معذور نہ ہو مجبور کیا جائے کہ وہ امتحان میں شامل ہو۔ دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صرف مُنہ سے مان لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک کہ دل کی کھڑکیاں صداقت کی روشنی کیلئے ہمیشہ کھلی نہ رکھی جائیں۔"

(ماہنامہ "انصار اللہ" نومبر ۱۹۶۲ء)

سہ ماہی دوم کے امتحان کا نصاب اور تاریخ

معیار اوّل :۔

(۱) فتح اسلام۔ (۲) آیتِ استخلاف کا ترجمہ اور مختصر تشریح۔

معیار دوم :۔

(۱) کتاب فتح اسلام کا مضمون زبانی

(۲) خلافت کی اہمیت (زبانی)

ہر دو معیاروں کے امتحان کے لئے تاریخ :۔

۱۲ احسان ۱۳۴۹ ہش / جون ۱۹۷۰ء برائے ربوہ ۔ ۱۴ احسان ۱۳۴۹ / جون ۱۹۷۰ برائے بیرونجات

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

عبد اپنے مولا کا ذرہ ذرہ کے لئے محتاج ہے
وہ ایک دم خدا تعالی کے سوا نہیں گزار سکتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :—

(۱) ''ہم نے جو کیمیا کو شرک قرار دیا تھا تو اس کا یہ مطلب تھا کہ خداتعالی نہیں چاھتا کہ انسان مستغنی ہو۔ اسی لئے فرمایا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی۔ وہ فرماتا ہے انسان سرکشی کرتا ہے جبکہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔ عبودیت کا الوہیت سے ایسا تعلق ہے کہ عبد اپنے مولا کا ذرہ ذرہ کے لئے محتاج ہے اور ایک دم خداتعالی کے سوا نہیں گزار سکتا۔ پس جو شخص ایسے اسباب تلاش کرتا ہے جن سے خداتعالی کی طرف توجہ نہ رہے (اور توجہ مبنی ہے احتیاج پر) توگویا شرک میں پڑتا ہے کیونکہ اپنا قبلۂ مقصود ایک کے سوا دوسرا بھی بناتاہے۔ مومن تو وہ ہے جو ایسے امور کا نام تک نہ لے جن سے توحید میں رخنہ‌اندازی ہوتی‌ہو۔ اس بات کوخوب سمجھ لیناچاھیئے کہ بیمار اسی وقت‌تک طبیب کے پاس رھتا ہے جب تک کہ بیمار ہے۔ پس عبد بھی اسی وقت تک متوجہ رہے گا جب تک عبودیت کی حالت باقی رہے'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۹۶)

(۲) ''ہم ایسے مہوسوں کو ایک کیمیا کا نسخہ بتلاتے ھیں بشرطیکہ وہ اس پرعمل کریں۔ خدا تعالی فرماتا ہے و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ پس تقوی ایک ایسی چیز ہے کہ جسے یہ حاصل ہو اسے گویا تمام جہان کی نعمتیں حاصل ہوگئیں یاد رکھو متقی کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اس مقام پر ہوتا ہے کہ جو چاھتا ہے خدا تعالی اس کے لئے اس کے مانگنے سے پہلے مہیا کر دیتا ہے''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱)

طابع نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا